بسم اللہ الرحمن الرحیم

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

"یہ لوگ اپنے رب کے سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

(القرآن)

اللہ

راہِ حقیقت

مؤلفہ:
حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن گبول طاہری

ادارۃ المعرفۃ اللہ آباد شریف کنڈیارو سندھ

تقصیر محمد لطیف طاہری۔
12/04-6 عرس مبارک حضرت پیر میرو مینا سائیں علیہ رحمۃ اللہ
(اکبر آبادی سیالکوٹ)
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ——— راہ حقیقت

موضوع ——— سلوک وتصوف

اشاعت اول ——— 1410ھ

اشاعت دوم ——— محرم 1418ھ

اشاعت سوم ——— ربیع الثانی 1418ھ

اشاعت چہارم ——— جمادی الثانی 1425ھ
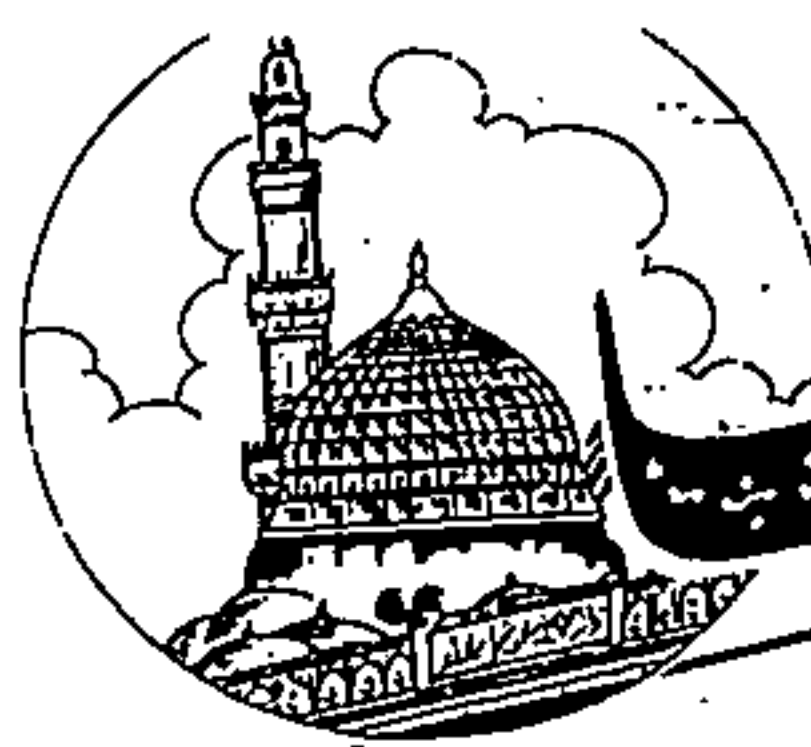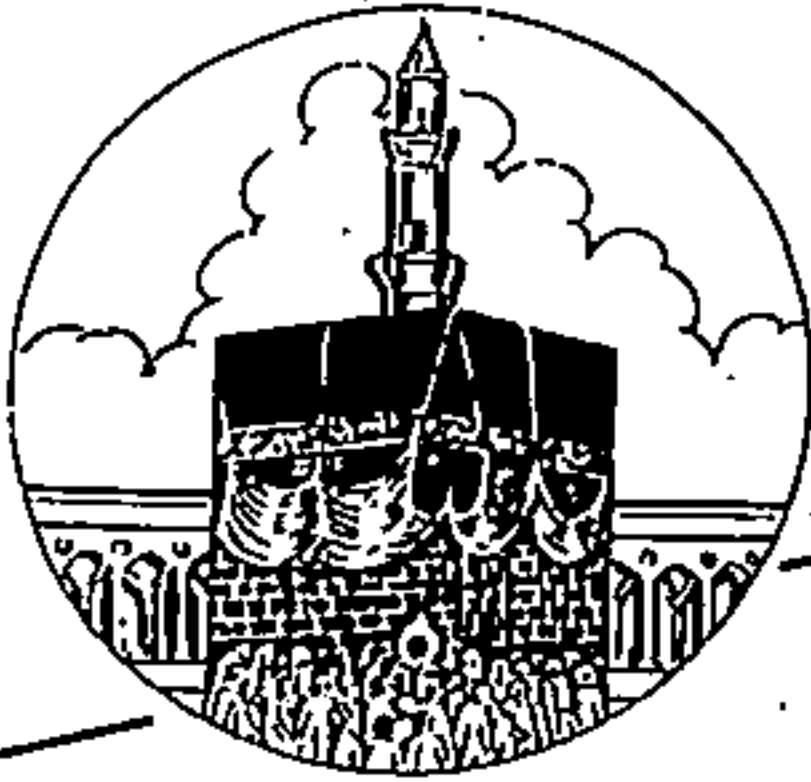
بموقع وصال سیدنا صدیق اکبرؓ

باہتمام

محمد اقبال طاہری

ملنے کے پتے

الاصلاح کتاب گھر
مچھلی مارکیٹ
دادو

علی بکسٹال
چوک میوہسپتال
نسبت روڈ
لاہور

علی میاں پبلشرز
اردو بازار
لاہور

نیو حاجی بک ڈپو
مدینہ چوک
ڈیفنس روڈ
لاہور کینٹ

ادارۃ المعرفۃ
درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو
ضلع نوشہرو فیروز

اقرابک اینڈ پرنٹنگ پوائنٹ
عارف آباد بیدیاں روڈ
لاہور کینٹ

محمد طاہر الحسن غزالی
مرکز روح الاسلام طاہریہ
بلال ٹاؤن بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

مولانا محمد ابراہیم طاہری
مرکز اصلاح المسلمین
ٹول پلازہ کراچی

فقیر فرقان الحق طاہری
درگاہ طاہری، نصیر آباد، بالمقابل
کوہ نور ملز پشاور روڈ راولپنڈی

محمد امجد طاہری
مرکز الطاہر سبحان اللہ مسجد
غلام محمد آباد فیصل آباد

مولانا محمد سعید طاہری
درگاہ فقیر پور شریف رادھن
ضلع دادو تحصیل میہڑ

سید خالد محمود شاہ
لطیف آباد نمبر 4 حیدر آباد

انتساب

شریعت و طریقت،
حقیقت و معرفت کے جامع علم و عمل
کے مجمع البحرین، مرشدِ وقت کے نورِ عین، ولی ابنِ ولی
مرشدُ العلماء، قدوۃ الفقراء، سیّدی و مُرشدی، حضرت قبلہ صاحبزادہ
مولانا علامہ **محمد طاہر** صاحب عباسی نقشبندی مجددی
الحاج خواجہ غفّاری بخشی مدظلّہ العالی
کے نام
جن کی نظرِ کیمیا اثر نے ہزاروں غافلوں کے دل کی
دُنیا بدل کر ان کو ذاکر و شاغل اور قرآن و سُنّت کا تابع بنا دیا۔

مادیّت کے موجودہ دَور میں متقدمین علماء مشائخ کے طریق پر قرآن و سُنّت کے
عین مطابق تصوّف و سلوک کو اس کی اصلی شکل و صُورت میں جاری رکھنا
آپ ہی کا کمال ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی شریعت و طریقت کی بے لوث خدمت
اشاعت اور ما سلف اولیاء اللہ کے نقشِ قدم پر چل کر اصلاحِ معاشرہ
کی مساعی کو شرفِ قبولیت سے نواز کر پایۂ تکمیل تک پہنچائے آمین۔
یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ، بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی
اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

فقیر حبیب الرحمٰن گبول طاہری حبیب بخشی
یوم الاربعاء ۱۸/۲/۱۴۱۰ھ اللہ آباد شریف

79
تجدید کی حکمت
83
ختم خواجگان نقشبندؒ
87
رابطہ و تصور شیخ
90
طریق استدلال
107
ربط و عقیدت
118
رابطہ شیخ
علما کی نظر میں
119
وجد و جذبہ
126
وجد کے اسباب و علامات
139
سید سلیمان ندوی
اور وجد
154
سماع
159
نماز میں وجد
165
آئینہ ایام شمس العارفین
169
اوراق حیات حضرت سجن سائیں

پیش لفظ

اسلام دینِ فطرت ہے اور فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر تخلیق اپنی اصل واساس میں قائم وبرقرار رہے انسان کی اصل ـــــ فطرت الہٰی سے ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فطرت اللہ التی فطر النّاس علیہا "اللہ ہی کی فطرت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔"

(القرآن)

شعور وادراک کی منزلوں سے کہیں آگے ـــــ قلب ونظر کی تابانی سلوک وطریقت کی ان راہوں کو روشن کرتی ہے جہاں شخصیت اپنے وجود سے کہیں بلند ـــــ صفات الہٰی سے متصف ہوجاتی ہے اور پھر ـــــ اس مقام پر اس کی نگاہ کائنات خلقت کے ہر جزو وکل میں فقط ایک ہی جلوہ دیکھتی ہے

اینما تولوا فثم وجہ اللہ "تم جس جانب رُخ کروگے اللہ ہی کو پاؤ گے۔"

(القرآن)

؎ مشکل حکایتیست کہ ہر ذرہ عین اوست　　اما نمی تواں کہ اشارت بہ اُو کنند

اور جس کے دیکھنے کے بعد کسی اور چیز میں اس کی دلچسپی کا سامان ہی باقی نہیں رہتا ہے۔

؎ آئینہ ما روئے ترا عکس پذیراست　　گرتو نہ نمائی گنہ از جانب ما نیست

کتاب ہذا ـــــ ظلمت خانہ حیات میں ایک قندیل کی حیثیت رکھتی ہے، جس کی لو باطن کی تیرہ وتاریک راہوں میں نور واجالے کا باعث ہے، جس کی تپش ـــــ روح کی پرواز کو اور بھی بلند کر دیتی ہے۔

صاحب کتاب (مولانا حبیب الرحمان گبول) کی عرق ریزی ـــــ نہ صرف یہ کہ تصوف کے موضوع پر ان کی گرفت کا پتہ دیتی ہے، بلکہ سلوک وطریقت کی بلند منازل تک ان کی رسائی کا تعین بھی کرتی ہے، فناء کی منزلوں سے پار ـــــ ان کی شخصیت ایسی ہی صفات کا ایک پرتو ہے کہ جس کیلئے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ

پڑھو! تمہارے لئے ہی شجر سے اترا ہے
ورق ورق یہ صحیفہ عبارتوں کے بغیر!

محمد اقبال طاہر
نقشبندی
نائب امیر مرکزی جماعت اہلسنت لاہور کینٹ
ناظم اعلیٰ زکوۃ کمیٹی گوادہ، ناظم اعلیٰ انجمن غلامان مصطفےٰ

حرفِ سپاس

الحمدللہ

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ میرے مولیٰ عزوجل نے اپنے پیارے حبیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیارے ولی کامل حضرت سیدی سجن سائیں مدظلہ کے صدقہ میں عاجز بندہ بے نوا کی تحریر کردہ کتاب ''راہ حقیقت'' (جو کہ تصوف وطریقت کے چند اہم موضوعات پر مشتمل ہے) کو برادران اسلام بالخصوص اہل دل اور اہل ذکر افراد کے یہاں غیر معمولی مقبولیت عنایت فرمائی، اور یکے بعد دیگرے اس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے اور مختصر مدت میں فروخت بھی جس کے لئے بندہ بے حد مشکور وممنون اور امیدوار عفو وکرم ہے۔

چند دن قبل محترمی محمد اقبال طاہری (عاقب ثاقب پرنٹنگ سروس لاہور) نے ٹیلی فون کر کے پیش نظر نئے ایڈیشن کے لئے مقدمہ تحریر کرنے کی خواہش ظاہر کی، بنابریں چند کلمات حاضر ہیں یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ ظاہری زیب وزینت اور عیش وعشرت کے اسباب کی فراوانی اور سائنس وٹیکنالوجی میں مثالی ترقی کے باوجود آج کا انسان پہلے سے کہیں زیادہ پریشان عدم تحفظ کا شکار اور امن وآشتی سے دور ہے، جسکا بنیادی اور اہم سبب انسانی اخلاق واقدار کا فقدان اور مکمل طرح سے مادی اسباب کے پیچھے مارے مارے پھرنا ہے دنیوی مادی اسباب کے اختیار کرنے اور اس راہ میں ترقی کرنے پر اعتراض نہیں، انسانی زندگی ہی ایسی ہے کہ اس کی نشوونما اور بقا کے لئے ان امور سے استفادہ کرنا اسکی ضروریات زندگی میں شامل ہے اور دین اسلام نے اس راہ میں آگے بڑھنے کی تلقین کی ہے، منع نہیں کیا لیکن اس میں اس قدر کھو جانا کہ

حقوق اللہ کا پاس رہے نہ حقوق العباد کی پرواہ توجہ الی اللہ باقی رہے، نہ آخرت کی فکر و دامن گیر رہے، انسانیت کے زوال وانحطاط کی واضح علامت اور آخرت ہی نہیں دنیا کے بھی خسارہ کا موجب ہے، جسکا مشاہدہ آجکل تو عام ہے۔ غرض یہ کہ جب کبھی انسان مشکل مسائل میں الجھا اپنے تئیں ان مسائل کے حل کے لئے کوشاں رہا، لیکن اسے کامیابی تب نصیب ہوئی جب اس نے آفاقی احکام کو تسلیم کیا انبیاء کرام علیہم السلام اور انکے نقش قدم پر چلنے والے اولیاء اللہ کے طریقہ کو اپنایا۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ صاحب ارشاد مشائخ و علماء ربانیین نے دنیا میں رہ کر دینوی مال و منال سے نفع اٹھایا (کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی انسانوں کے استفادہ کے لئے کیئے) ہر جائز طریقہ کو اپنا کر اس میں ترقی پائی، خود بھی راحت و آرام کی زندگی بسر کی بلکہ دوسروں کو سکون و راحت بہم پہنچائی، لیکن دنیا میں مصروف رہ کر بھی انہوں نے آخرت کو نہیں بھلایا، مخلوق کی محبت میں محو ہو کر اپنے خالق و مالک کی یاد سے غافل نہیں ہوئے بلکہ سکون و راحت کی زندگی بسر کی اور دوسروں کو بھی آرام پہنچایا، لیکن اس قدر دنیوی مصروفیات کے باوجود نہ تو انہوں نے آخرت کو بھلایا، نہ اعمال صالحہ میں کبھی کوتاہی کی بلکہ وہ ہر لحہ یاد حق میں شاغل رہے اور انکے دل ماسوائے اللہ کی محبت سے اس قدر آزاد رہے کہ بقول حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرۃ بالفرض اگر انکی زندگی ہزار برس تک وفا کرے تو بھی انکے دل پر سے دنیا کا گزر تک نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ اس قدر توجہ الی اللہ چنداں آسان نہیں، نہ تو مطالعہ و کتب بینی سے یہ نعمت میسر آتی ہے، نہ ہی چلوں، مجاہدوں سے اپنے دل کو غیر حق کے تعلقات سے پاک وصاف رکھنا ہر ایک کے بس کی بات ہے، ہاں البتہ اولیاء اللہ جو خود اس مقام پر فائز ہیں کی صحبت تلقین و تربیت سے یہ بیش بہا دولت میسر آتی ہے، اس اہم مقصد کے

پیش نظر راہ حقیقت کے آخر میں دور حاضر میں موجود ایک ولی کامل کا پتہ بتایا گیا ہے جن کی صحبت بابرکت سے ہزاروں بگڑوں کی بنی، ہزاروں برگشتہ راہ لوگ ان کی صحبت میں آنے کے بعد انسانی اخلاق واقدار کے اعلیٰ اوصاف سے متصف ہو گئے۔

بلاشبہ اولیاء اللہ کا طریقہ ہی قرآن وسنتہ کا حقیقی ترجمان حق بیان ہے اور ہمارے لئے مشعل راہ ہے اللہ تعالیٰ مشائخ طریقت کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت اور خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ حبیب الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ من الصلوٰۃ افضلھا ومن التسلیمات اکملھا

فقیر حبیب الرحمن گبول طاہری

ادارۃ المعرفتہ اللہ آباد شریف

10 محرم الحرام 1425ھ

حرفِ اول

تصوف کی تعریف کیا ہے؟ تصوف کا مقصد کیا ہے؟ اس کی ابتداء کب ہوئی؟ اور اس کے موجد و بانی کون ہیں؟ وغیرہ۔ دوسری صدی ہجری سے لے کر اس موضوع پر بیسیوں مستند و معیاری کتابیں تحریر کی گئیں۔ گو بندہ نہ تو خود ان کتب کے مصنفین مشائخ کی صف میں کھڑا ہونے کے قابل ہے۔ نہ ہی میری یہ کاوش ان کے مقابل کسی اہمیت کی حامل ہے' تاہم اس بندہ ناچیز نے یہ مضمون سب سے پہلے اپنے خالق و مالک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم کی رضا اور اجرِ آخرت کے شوق و طلب اور اس کے بعد اس امید سے تحریر کیا اور اب بہت سے مخلص پیر بھائی احباب کے اصرار اور تعاون سے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا کہ شاید یہ کسی مضطرب قلب کی تسکین کا باعث بنے یا کسی کے ساکن قلب کے سمندر میں اضطراب پیدا کر دے اور یہ امید بھی اس لئے ہے کہ اس کی تحریر خواہ نشرو اشاعت ایک ایسی شخصیت کے ایماء پر ہوئی جو آج بھی صحیح معنوں میں شریعت و طریقت' حقیقت و معرفت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں جن کی ولولہ انگیز قیادت نے ہزاروں ویران قلوب کی آبیاری کی' خواب غفلت سے بیدار کر کے شریعت و طریقت کے صراط مستقیم پر گامزن کر دیا۔ اور وہ ہیں میرے پیرو مرشد ولی کامل حضرت قبلہ الحاج صاحبزادہ مولانا محمد طاہر صاحب عباسی بخشی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ (سکنہ اللہ آباد شریف کنڈیارو سندھ)

مقدمہ طبع ثانی

ادارۃ المعرفۃ درگاہ اللہ آباد شریف کی جانب سے وقتاً فوقتاً فقہ' تصوف' واخلاقیات کے موضوعات پر معیاری کتب شائع ہوتی رہی ہیں' اور الحمدللہ عوام خواہ اہل علم نے ان کو خوب پسند کیا'

چند سال قبل راقم الحروف کی کتاب "راہ حقیقت" چھپ کر منظر عام پر آئی اور بفضلہٖ تعالی اہل ذکر فقراء وعلماء کی پسند اور دعاؤں کی بدولت مختصر وقفہ بعد اس کا دوسرا حصہ بھی شائع ہوا الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ حصہ اول کی طرح دوسرا حصہ بھی از حد مقبول ہوا اور مختصر وقت میں دونوں حصے فروخت ہوکر نایاب ہوگئے اور احباب کی جانب سے دوبارہ اشاعت کا اصرار ہونے لگا۔ جسکے پیش نظر دونوں حصوں کو یکجا کر کے شائع کیا جارہا ہے'

قارئین کرام! اہل اسلام کی موجودہ سستی وپستی' خرابی وخستہ حالی سے کون ہے جو واقف نہ ہو؟ کونسا وہ درد مند دل ہے جو دکھتا نہ ہو؟ کونسی وہ آنکھ ہے جو اشکبار نہ ہو؟۔ آج ہماری مسجدیں ویران' دینی مدارس ویران خانقاہیں ویران۔ دوسری طرف دیکھو سینما آباد' لچر کلبیں آباد' وی' سی' آر اور ڈش انٹینا سے مزین ہوٹل آباد' غرض یہ کہ کوئی ایسا عیب نہیں جو ہم میں موجود نہ ہو۔ اوراس کا نتیجہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ نہ وہ سابقہ شان وشوکت' عزت و وقار میسر ہے' جو ہمارے ماسلف کو بے سروسامانی کے حالات میں بھی میسر تھی' نہ وہ قیادت وسیادت حاصل ہے جو ہمارے دکھ درد کا مداوا کرے' جو ہمارے پیشروؤں کا طرہ امتیاز تھا

بدقسمتی یہ کہ اس قدر پستیوں میں گر جانے کے باوجود ہمیں اپنے حال

زار کی اصلاح و تعمیر کا فکر نہیں' اپنے مستقبل کے درخشاں بنانے کے لئے کوئی منصوبہ نہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

دراصل ہم باطنی حواس سے ماؤف و بے حس ہو کر نیک کاموں اور نیک لوگوں سے دور' اور ہر برائی سے مانوس اور قریب تر ہوتے جا رہے ہیں' افراط و تفریط سے پاک متوازن و مستقیم مکمل دین' دین اسلام جو کہ اپنی اصلی شکل وصورت میں محفوظ و موجود ہے' وابستہ ہوتے ہوئے بھی اپنی انفرادی خواہ اجتماعی زندگی میں اسے اپناتے نہیں اسکی دستگیری میں صراط مستقیم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچنے کی کوشش تک نہیں کرتے دنیا بھر کے گم گشتہ راہ لوگوں کی رہبری کے لئے ہم کو منتخب کیا گیا تھا لیکن ہم خود ہی لادینی کے سیلاب میں عملاً بہہ چلے' اپنے ہاتھ کی مشعل پھینک کر اندھوں کے پیچھے ہو لئے'

آنکس کہ خود گم است کرا رہبری کند

گو نام کے مسلمانوں کی کمی اب بھی نہیں' تقریر کے شہسوار اب بھی ملتے ہیں' عقلی اور نقلی دلائل سے دین حق کی حمایت اور مدافعت کی آوازیں اب بھی سنائی دیتی ہیں'

لیکن ان میں وہ تاثیر نہیں جو سیدنا محبوب سبحانی' حضرت شاہ نقشبند اور حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی نور اللہ مرقدہم کے کلام میں تھی۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دین اسلام پر بارہا دشمنان اسلام نے

حملے کیے کبھی یونانی فلسفہ حملہ آور ہوا' اور کبھی دین الہی کے نام پر اسلامی احکام مسخ کرنے کی کوشش کی گئی' تو کبھی مادیت کی یلغار ہوئی ہر ایسے موقعہ پر دفاع علماء ربانیین نے ہی کیا' بفضلہ تعالی قحط الرجال کے اس گھپ اندھیرے میں بھی کچھ اہل دل موجود ہیں جو آج بھی مذکورہ بالا مشائخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے' اصلاح امتہ کے لئے کوشاں اور افراد سازی میں مثالی کردار ادا کررہے ہیں خود بھی صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور اپنی پر خلوص دعوت کے ذریعے لاکھوں گم گشتہ راہوں کو جادہ حق پر لاچکے ہیں "راہ حقیقت" میں جہاں تصوف وسلوک سے متعلق بعض "امور مثلا" تصوف و طریقت کا مقصد کیا ہے؟ شریعت و طریقت میں کیا فرق ہے؟ صوفیاء کرام کی صحبت کیوں ضروری ہے؟ اولیاء کاملین کی علامات کیا ہیں؟ رابطہ و تصور شیخ کی حقیقت کیا ہے؟ کیا تصور شیخ کی اصل قرآن و سنہ صحابہ کرام' تابعین عظام اور ائمہ فقہ کے اقوال و احوال سے ملتی ہے؟ نیز قلب پر انگلی رکھ کر ذکر کی تلقین کرنا' حلقہ ذکر کا اہتمام کرنا' موٹے منکوں والی تسبیح بجانا' بعض اہل ذکر کا وجد و جذب کے عالم میں بے ہوش ہو جانا' زمین پر گرنا' کودنا اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مجتہدین' محدثین و فقہاء کے اقوال مشاہدات و تجربات ذکر کئے گئے ہیں' وہاں ایک ایسے ہی اہم بابرکت صاحب نسبت ولی کامل کا تعارف بھی موجود ہے جو کہ دور حاضر میں امتہ مسلمہ کی اصلاح و بیداری کے لئے رات دن کوشاں ہیں اور ان کی کامیاب کوششوں کی بدولت لاکھوں افراد صراط مستقیم پر گامزن ہو چکے ہیں

فقیر حبیب الرحمن گبول طاہری بخشی

ادارہ المعرفتہ درگاہ اللہ آباد شریف

لیلتہ الجمعہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۱۷ ھ۔

مہتاب کی چاندنی

کپکپی طاری ہے مجھ پہ یوں کہ کہنا ہے محال

ناتواں شانوں پہ آیا پھر گراں بارِ خیال

خاکسار و عاجز و احقرؔ سے کیسے ہو اَدا

حق یہاں ''راہِ حقیقت'' کیلئے تقریظ کا

یہ کتاب اک نور ہے ہم خاکساروں کیلئے

چاندنی مہتاب کی جیسے ستاروں کے لیے

ہر ورق اس کا فقط اخلاص سے لبریز ہے

ہر حرف سے اسکے گویا حق ہی جلوہ خیز ہے

ہے تصوف کا بیاں اک منفرد انداز میں

جادہ افکار میں، اسرارِ سوز و ساز میں

اے خدا اس کے وسیلہ سے وہ جذبِ خاص دے

روشنی دل کی عطا کر، باطنی اخلاص دے

نوک بھی میرے قلم کی بات ادھوری کہہ گئی

خواہش دل حسرتوں کے بن میں دب کے رہ گئی

سید سہیل اظہر شاہ (ایم ایس سی آنرز) پرنسپل مہران اکیڈمی نادر آباد نمبر ا بیدیاں روڈ لاہور
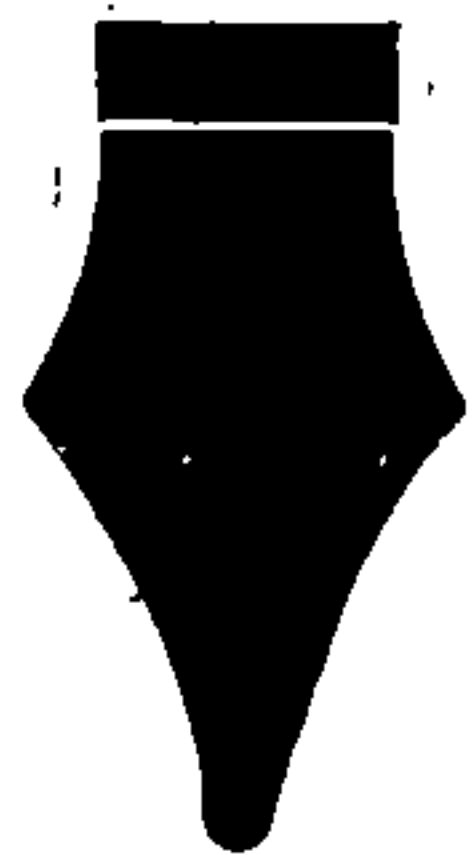
ن والقلم وما یسطرون
قرآن کریم
علمائے امت مشائخ وقت
تقریظات
قدوۃ الاولیا خواجہ مرشد العلما حضرۃ محمد طاہر مدظلہ المعروف بجن سائیں
تصدیقات
فصیح اللسان ابن البیان ابو الفیضان ساحر البیان حضرت علامہ عبد الحق ظفر چشتی
توضیحات
واعظ خوش الحان ابو التنویر مولانا قاری محمد منیر احمد صاحب قادری
تاثرات
مقرر بے مثل حضرت مولانا علامہ جناب احتشام الحق قادری

امابعد: یہ عمدہ و مفید عام کتاب کچھ وقت پہلے شائع ہوئی تھی' عمدہ ومعیاری پرمغز مقالات پر مشتمل ہونے کی بنا پر خواص وعوام میں مقبولیت حاصل کرلی بلاشک تصوف جیسے اہم موضوع پر نہایت عالمانہ اور سلیس انداز میں کتاب تحریر کی گئی ہے' تصوف پر لکھنے والے موجودہ دور میں بہت سارے ہیں' لیکن اولیاء ماسلف کے انداز میں تحریر کرنے کے لئے ظاہری علمی کمال کے ساتھ ساتھ باطنی اسرارو رموز' نیز قلب کے امراض وعلاج' روح کے علاج و اصلاح بیان کرنے کے لئے خود اہل دل' اہل تقوی اور اہل طریقت ہونا ضروری ہے۔

الحمد للہ ثم الحمدللہ ہمارے استاذ محترم قبلہ حبیب الرحمن صاحب مدظلہ کی ذات میں مذکورہ جملہ خوبیاں موجود ہیں۔ آپ ہمارے مرشد مربی سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور معتمد علیہ غلام ہیں' آپکی صلاحیتوں کو ہمارے مرشد کامل نے بچپن ہی میں پرکھ لیا اور زیادہ توجہ سے نوازا۔

بالائے سرش زہوشمندی۔ می تافت ستارہ بلندی

مرشد کی کیمیائی نظر کامل سے استاد صاحب کے دل کو اتنا انشراح حاصل ہوا کہ تحریر کے میدان میں طریقہ عالیہ کی خدمت مثالی انداز میں فرمائی ہے الحمد للہ اس بے مثال کتاب کے مطالعہ سے احباب کو بے حد فائدہ پہنچا ہے' انشاء اللہ تعالی اس نئے ایڈیشن سے مزید فائدہ حاصل ہوگا۔

فقراء' علماء' جملہ جماعت اور دیگر احباب کو تاکید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب "راہ حقیقت" خرید کر کے تصوف کے رموزواسرار سمجھیں۔ اور استاد محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب اور اس بندہ ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

لاشئی فقیر محمد طاہر بخشی نقشبندی

یہ اس کا کرم ہے جس پر ہو جائے

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم اَمَّا بَعۡد

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے "یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت۔"

اگر تصوف کی حقیقت کو سمجھنا ہو تو اس آیت کریمہ کا عمیق مطالعہ کرنے سے اس

کی حقیقت کو سمجھا جاسکتا ہے کہ "کتاب، وحکمت کی تعلیم اور تزکیۂ نفس" کا نام تصوف ہے تصوف کی اہمیت کے پیش نظر سلف صالحین نے اس پر بڑا کام کیا ہے اور اس موضوع پر ضخیم کتب تصنیف کی ہیں اور عملی طور پر بھی لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ مگر آج کے اس دور میں اس طرف کم ہی توجہ دی جارہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر دور میں اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی سے ایسے صاحبِ بصیرت لوگ پیدا فرماتا رہتا ہے جنہیں اس کے دین کی خدمت کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے ہی بندگانِ خدا میں حضرت العلام مولانا حبیب الرحمٰن گبول طاہری صاحب ہیں۔ ان کی ایک کتاب "راہ حقیقت" نظروں سے گزری جو کہ تصوف کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ راقم اس کتاب کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:۔

"لکھنا محض الفاظ کو گرائمر کے اصول کے مطابق جمع کرنے کا نام نہیں ہے اور نہ یہ معلومات کا انبار لگادینے کا عمل ہے۔ لکھتے وقت وہی الفاظ استعمال کیے جانے چاہیں جو بات دوسروں تک پہنچا سکیں اور مدعا بیان کر سکیں لکھتے وقت ضروری ہے کہ معلومات اس طور پر سامنے لائی جائیں کہ ان کا منطقی ربط باقی رہے اور پڑھنے والے کے لیے نتائج اخذ کرنا دشوار نہ ہو۔"

(پیش لفظ، تصنیف و تحقیق کے اصول از ڈاکٹر قاضی عبدالقادر ص 2 طبع اسلام آباد)

چنانچہ انہی قواعد و ضوابط کو مد نظر رکھتے ہوئے جناب مولانا حبیب الرحمٰن گبول طاہری مد ظلہ العالی نے "تصوف" پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ آسان اردو، اسلوب بیان نہایت شستہ، موثر اور دلکش ہے تاکہ عوام الناس ان کے مدعا و مقصد کو آسانی سے سمجھ سکیں۔

زیرِ نظر کتاب میں علامہ موصوف نے تصوف کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے قرآن حدیث اور سلف صالحین کے اقوال سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے مدلل انداز اختیار فرمایا ہے۔ کیونکہ مصنف ایک ولی کامل حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمہ کے تربیت و فیض یافتہ ہیں اور اس کے ساتھ ایک اعلیٰ پایہ کے عالم دین بھی ہیں۔ کیونکہ پیر و مرشد نے آپ پر انتہائی شفقت و محبت فرماتے ہوئے آپ کو حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی اور علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب جیسے نادرِ روزگار علماء کے پاس تحصیل علم کے لیے بھیجا۔

یہ کتاب حقیقت تصوف، صوفیا کرام کی صحبت کی ضرورت، ذکر الٰہی، اولیاء اللہ کی علامات اور ذکر الٰہی جیسے اہم عنوانات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ ایک سالک کے لیے یقیناً فائدہ مند ہوگا۔

خالق کائنات جل جلالہ علامہ موصوف کی اس مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

احتشام الحق

یکم محرم الحرام 1425ھ / 22 فروری 2004ء

اهدنا الصراط المستقیم

کتنے دانشور لوگ ہوتے ہیں جو اس دنیا کے اندھیرے میں بھی حقیقت کا راستہ جانتے ہیں یہ راہ ان کی دیکھی بھالی ہوتی ہے، اور یہ خیرات دوسروں میں بھی بانٹتے پھرتے ہیں، علیٰ ہدیٰ من ربھم کی سند اپنے سر پر اٹھائے پھرتے ہیں، ایک ہم ہیں، اندھے، نابینا کہ کوئی راہ نظر ہی نہیں آئی، اَللّٰھُمَّ اھدنا الصراط المستقیم O

"راہ حقیقت" دیکھی غور سے دیکھی پھر دیکھتا چلا گیا، اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت خوب، تصوف کی راہ پر چلنے والے لوگ، سروں پر حکومتیں کرنے والے نہیں ہوتے دلوں پر حکومت کرتے ہیں، تصوف کی صداقت کا چہرہ دکھانے والی تحریر بھی، دل تک پہنچی اور پھر اپنی تاثیر کی مضبوط گرفت میں لے لیا،

روح نے راہ پائی، دل نے چاہ پائی، اور میں ایک ایک حرف میں ڈوبتا چلا گیا، میرے بڑوں نے میرے اسلاف نے میرے سلف صالحین نے کتنی وضاحت سے حقیقت اور حقیقت کی حقانیت ثابت کرنے میں کتنا زور قلم صرف کیا ہے، سورج طلوع ہو گیا، اس کی چمک دمک پھیل کر رہے گی۔

ہزاروں چمگادڑوں کا اپنی موت آپ مر جانا بہتر ہے، کہ سورج ہی غروب ہو جائے، جن کور چشموں کو "راہ حقیقت" کی حقانیت اتنی واضح ہو کر بھی حقیقت کی راہ نظر نہ آئے، ان پر آنسو بہا، یا ان پر صلوٰۃ بھیج۔

حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن گبول طاہری صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتاب بھیجی، اور مجھ گم کردہ راہ کو راہ حقیقت دکھائی، تیری آواز مکے تے مدینے

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے دن ہوں پچاس ہزار

خویدم عبدالحق ظفر چشتی مصطفےٰ آباد لاہور 22-03-04

تحریر میں روشنی

اَحمَدُہٗ اَنْ عَلٰی وَضَعَ حَقِیْقَۃَ نَبِیِّہٖ مِنْ نُوْرِہٖ
وَبَدَءَ الْخَلْقَ مِنْ انوارِ صِفَاتِہٖ وَجَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً مِّنْ سِرَاجِہٖ
وَنَوَّرا القَمَرَ باشَارَتِہٖ وَنَثَرَ النَّجُوم بِلیَالِہٖ
وَاَشْرَق الْاَرضَ بِدَعَآئِمِ رَسَالَتِہٖ۔
وَاشھدُ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَا اللّٰہ وَحْدَہٗ فی ذاتِہٖ وَصفاتِہٖ۔

اَمّا بَعْدَ

فقیر کی نظر سے ایک کتاب راہِ حقیقت گزری جو کہ حضرت علامہ عالم نبیل ذوالبلاغۃ۔ فاضلِ جلیل ذوالفصاحۃ مولانا حبیب الرحمٰن گبول طاہری زاداللہ فیوضُہُمْ جو کہ شیخ کامل۔ جامع معرفت حقیقت حضرت قبلہ محمد طاہر صاحب عباسی مجددی غفاری بخشی دامت، برکاتہم المعروف حضرت سجن سائیں اللہ آباد شریف کے فیض یافتہ ہیں۔ کی تصنیف ہے یہ کتاب جو کہ تصوف جیسے عمیق موضوع پر لکھی گئی ہے۔ جس میں تصوف کی حقیقت۔ صاحبانِ تصوف کی صحبت کی ضرورت، علاماتِ اولیاء اللہ، شیخ کامل سے رابطہ اور ان کا تصور (تصور شیخ) جیسے اہم نکات پر خصوصاً اور تصوف سے متعلق دیگر نکات پر عموماً سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور علمی تحریر و تقریر سے اس موضوع کی اہمیت کو بیان فرمایا انتہائی مصروفیت کے باوجود کتاب کی دلکش تحریر اور

اسلوب بیان کو دیکھ کر جو پڑھنے کے ساتھ ہی دل میں اتر تا گیا حرف بحرف کتاب کو پڑھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ماشاء اللہ علامہ موصوف کی اس تصنیف میں جو سب سے بڑی خوبی ہے وہ یہ کہ جن موضوعات کو سپردِ قلم کیا ہے۔ وہ تمام کی تمام تحریریں قرآن و سنت اور اکابرین ماسلف، اقوال صحابہ کرام کی روشنی میں اور مسلکِ حق اہلسنت والجماعت کی سوچ کی مکمل عکاسی ہے اور جو حوالہ جات اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خاں بریلوی جو بطورِ دلائل بُراھین پیش کیے ہیں ان سے علامہ موصوف کی تحریر کو اور بھی زیادہ عظمتِ مفتخرہ ملی ہے۔ اس کتاب میں شریعت محمدی کی حدود میں رہ کر نہایت احتیاط سے تصوف اور سلوک کی راہوں اور منازل کو واضح کیا گیا ہے ہر تحریر میں ادب کا عنصر اس کے لکھنے والے کی عظمت کی دلیل ہوا کرتا ہے کیونکہ۔

ادب تاج ایست از لطف الٰہی

بنہہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

علامہ موصوف نے تصور شیخ پر باکمل طرق وباحسن الوجوہ علمی بحث فرمائی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ!

شیخ کامل صورت ظلِ الٰہ

یعنی دید پیر دیدِ کبریا

اپنے آپ کی پہچان، شیخ کامل کی پہچان اور اسرار معرفت اس کتاب کا خاصہ ہیں۔ لہٰذا ہر سالک اور تصوف کے ہر متلاشی کو اس کتاب کا پڑھنا ضروری ہے۔ آخر میں بارگاہِ رب العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علامہ موصوف کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ہمیں اس سے استفادہ نصیب فرمائے۔

خاکپائے اصفیا

فقیر محمد منیر قادری اشرفی رضوی۔

تصوّف کی حقیقت

دنیا کے پہلے مُحدّث جلیل
سراجُ الاُمّت، امام الائمّہ،
اُستاذ المحدّثین حضرت سیّدنا

امام مالک

رحمۃ اللہ علیہ
نور اللہ مرقدہٗ

مدفون مدینہ منوّرہ
(جنّتُ البقیع)
نے فرمایا

جس نے تصوّف سیکھا اور فقہ (احکام و مسائل) نہ سیکھا، وہ (زندیق) بے دین ہے، اور جس نے فقہ سیکھا اور تصوّف نہ سیکھا، وہ فاسق (گنہگار) ہے، اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا (یعنی) **فقہ** اور **تصوّف** دونوں کو سیکھا اور عمل کیا وہی محقق اور کامل صوفی ہے۔

ایک التجا، ایک سوال

بہ بارگاہ رب ذوالجلال

مجھے آرزوئے کمال ہے تیرے ہاتھ اوج و زوال ہے
میرا اے خدا یہ سوال ہے کہ میری کہیں نہ جھکا جبیں
مجھے ہو یا کوئی بھی غم نہ ہو، میرا یہ غرور تو کم نہ ہو
کہ سر نیاز یہ خم نہ ہو، تیرے سامنے کے سوا کہیں
میرے دل کی جو بھی امنگ ہو وہ تڑپ سے ہم آہنگ ہو
میرے ہمسفر، میرے سنگ ہو وہی درد دل سوز آفریں
مجھے ڈر ہو روز حساب سے، میرا دم ہو تیری کتاب سے
ہو نوید تیری جناب سے، مجھے تجھ سے کوئی گلہ نہیں
ہاں نگاہ آئینہ ساز ہو، میرا دل تیرا ہمراز ہو
وہ جو مستی بے نیاز ہو، مجھے اس وجد کا بنا امیں

سہیل اظہر شاہ

تصوف کی حقیقت:۔

دراصل تزکیہ' احسان' تصوف و سلوک ایک ہی مفہوم کے لئے مستعمل مختلف الفاظ ہیں اور ان سے مقصد صرف اور صرف قران و سنت پر عمل کرنا ہے اور بس۔ اور سلوک و تصوف کے تمام بنیادی اصول و ضوابط کسی نہ کسی طرح قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔ بالفاظ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

عِلْمُنَا هٰذَا مُشَيَّدٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ (قرآن و تصوف)

(ہمارے اس علم (تصوف) کو قرآن و سنت نے بلند مقامات پر پہنچا دیا ہے) اور جو طریقہ قرآن و سنت کے مخالف ہو وہ تصوف نہیں زندقہ ہے۔

بلاشبہ لفظ تصوف کی لغوی تحقیق میں اختلاف ہے کہ یہ صفا سے مشتق ہے۔ صوف سے یا صفو سے' لیکن اس کے مفہوم اور مصداق میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا۔

تصوف کی تعریف اور ضرورت

شیخ الاسلام و المسلمین محدث زکریا انصاری رحمتہ اللہ علیہ نے جو تصوف کی تعریف بیان کی ہے وہ متفق علیہ ہے اور اس قسم کے تصوف کی ضرورت کو تمام طبقات علماء نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ ہے اَلتَّصَوُّفُ هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ اَحْوَالُ تَزْكِيَةِ النُّفُوْسِ وَ تَصْفِيَةِ الْاَخْلَاقِ وَ تَعْمِيْرِ الظَّاهِرِ وَ الْبَاطِنِ لِنَيْلِ السَّعَادَةِ الْاَبَدِيَّةِ ص ۸ منتخبات من شرح شیخ الاسلام ابی یحییٰ زکریا الانصاری الشافعی علی الرسالۃ القشیریۃ

یعنی تصوف ایسا علم ہے جس سے نفس کی پاکیزگی ' اخلاق میں عمدگی اور ظاہر و باطن کی تعمیر (سنوارنے) کے طریقے معلوم کر کے ابدی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دین اسلام میں کامیابی و کامرانی کا مدار ہی تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب (گناہوں سے نفس کی پاکیزگی ' قلب کی صفائی) پر ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○ الشمس پ ۳۰ (تحقیق وہ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو (گناہوں میں) گاڑ دیا۔

قرآن مجید میں رسول اکرم شفیع محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت باعث رحمت و سعادت کا مقصد ہی تلاوت آیات' تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت بیان کیا گیا ہے۔ اوران ہی چیزوں پر تصوف کی بنیاد رکھی گئی ہے

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴿۲﴾ الجمعۃ پ ۲۸

اسی طرح خود رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد عمدہ اخلاق کی تکمیل بیان کیا ہے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ (الحدیث) اور ظاہری و باطنی آلودگیوں سے بچنے کا حکم بھی قرآن مجید میں صراحتہ" موجود ہے ارشاد ہے۔ وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ (الانعام) اور تم چھوڑ دو ظاہر اور چھپا گناہ) اور ان ہی تین چیزوں ا۔ تزکیہ ۲۔ تصفیہ ۳۔ تعمیر ظاہر و باطن پر سلوک و تصوف کی عمارت قائم ہے۔ جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر روئے زمین پر تشریف فرما رہے

خود ہی تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب فرماتے رہے اور آپ کی جسمانی جدائی کے بعد تعلیم قرآن و حکمت، تزکیہ و تصفیہ کی خدمت علمائے ربانی انجام دیتے رہے جن کو عرف عام میں بزرگان دین اور صوفیائے کرام کہا جاتا ہے۔ بالفاظ مفسّر قرآن ملا احمد صاوی مالکی علیہ الرحمتہ : لٰكِنَّ التِّلَاوَةَ وَالتَّعْلِيْمَ وَالتَّزْكِيَةَ بِنَفْسِهٖ لِمَنْ كَانَ فِيْ زَمَنِهٖ وَ بِالْوَاسِطَةِ لِمَنْ يَّأْتِيْ بَعْدَهٗ تفسیر صاوی ص ۱۹۴ جلد رابع

(جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے ان کی تعلیم، تلاوت اور تزکیہ خود فرماتے رہے اور جو بعد میں آئے ان کی (تربیت) بالواسطہ (مشائخ کے واسطہ سے) فرمائی۔

صوفیاء کی صحبت۔

اسی طرح مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ نے فرمایا! فَعَلَى الْعَاقِلِ اَنْ يَّتَدَارَكَ حَالَهٗ بِسُلُوْكِ طَرِيْقِ الرَّضَاوَ النَّدَمِ عَلٰى مَامَضٰى وَيُزَكِّيْ نَفْسَهٗ عَنْ سَفْسَافِ الْاَخْلَاقِ وَيُصَفِّيْ قَلْبَهٗ اِلٰى اَنْ تَنْعَكِسَ اِلَيْهِ اَنْوَارُ الْمَلِكِ الْخَلَّاقِ وَذٰلِكَ لَايَحْصُلُ غَالِبًا اِلَّا بِتَرْبِيَةِ كَامِلٍ مِنْ اَهْلِ التَّحْقِيْقِ لِاَنَّ الْمَرْءَ مَحْجُوْبٌ عَنْ رَّبِّهٖ وَحِجَابُهُ الْغَفْلَةُ وَهِيَ وَاِنْ كَانَتْ لَاتَرْفَعُ وَلَا تَزُوْلُ اِلَّا بِفَضْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى لٰكِنَّهٗ بِاَسْبَابٍ كَثِيْرَةٍ وَلَا اِهْتِدَاءَ اِلٰى عِلَاجِ الْمَرَضِ اِلَّا بِاِشَارَةِ حَكِيْمٍ حَاذِقٍ وَذٰلِكَ هُوَ الْمُرْشِدُ الْكَامِلُ۔

تفسیر روح البیان ص :۱۸۷ جلد: اول۔

پس ہر ایک عقل مند پر لازم ہے کہ رضائے الٰہی کے راستے پر چلنے اور ماضی (کے گناہوں) پر نادم ہونے کے ذریعے اپنے حال کی اصلاح کرے (شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی بسر کرے) اور اپنے باطن کو برے اخلاق سے پاک کرے اور اپنے قلب کو یہاں تک صاف کرے کہ اس میں بادشاہ حقیقی خالق ومالک کے انوار وتجلیات کی عکس پڑتی رہے عام طور پر کسی صاحب حقیقت (ولی) کامل کی تربیت کے بغیر یہ (نعمت) حاصل نہیں ہوتی' اس لئے کہ انسان اپنے رب سے حجاب میں ہوتا ہے' اور وہ حجاب (خدا کی یاد سے) غفلت ہے' جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر دور اور ختم نہیں ہوتی لیکن اس کے (زائل ہونے کے) بہت سے ذرائع ہیں اور اس مرض (باطن) کے علاج کے لئے حکیم حاذق کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں اور وہ حکیم کامل مرشد ہی ہیں۔

مشہور محدث حضرت شیخ علی متقی صاحب کنز العمال رحمتہ اللہ علیہ تبیین الطرق الی اللہ میں لکھتے ہیں۔ وَاَمَّا احْتِیَاجُ النَّاسِ اِلَی الْمُرْشِدِ وَالْاُسْتَاذِ فَلَا بُدَّ مِنْهُ لِتَحْصِیْلِ الطَّرِیْقِ وَسُرْعَةِ الْوُصُوْلِ وَاَمَّا سُلُوْکُ الطَّرِیْقِ بِغَیْرِ الْمُرْشِدِ وَالْاُسْتَاذِ فَهُوَ فِی الْجُمْلَةِ مُمْکِنٌ مِمَّنْ وَفَّقَهُ اللّٰهُ بِمُوْجَبِ قَوْلِهٖ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا لٰکِنْ بِتَعَبٍ شَدِیْدٍ وَمُدَّةٍ طَوِیْلَةٍ وَهُوَ نَادِرٌ جِدًّا۔

بینات کراچی ۶ / ۱۳۹۷

بارگاہ الٰہی کے فوری وصول اور طریق حاصل کرنے کے لئے لوگوں کا مرشد کامل اور استاد کامل کی طرف محتاج ہونا ایک ضروری چیز ہے۔ اس لئے کہ اگرچہ مرشد و استاد کے بغیر سیدھی راہ چلنا ممکن تو ہے جس کو اللہ تعالیٰ

توفیق عطا فرمائے کہ اس نے خود فرمایا جو ہماری راہ میں کوشش و محنت کریں گے ہم ان کو راہ دکھادیں گے لیکن یہ بہت مشکل کام ہے جس کے لئے بڑی مدت اور محنت درکار ہے لہٰذا یہ طریق بہت ہی شاذ و نادر ہے۔

تصوف کی ابتداء:۔

مذکورہ بالا ارشادات خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء و مفسرین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عملی طور پر تصوف کی ابتداء بھی دین اسلام کی ابتداء کے ساتھ ہوئی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی آیات اور احادیث میں اسی مفہوم کے لئے تزکیہ ' احسان' تقوی کے الفاظ اور ان اوصاف کے حامل افراد کے لئے محسنین ' متقین' صادقین کے بابرکات نام مستعمل ہیں جبکہ لفظ تصوف' صوفیا' وغیرہ بھی پہلی صدی ہجری کے اواخر سے لے کر آج تک مذکورہ معنی میں مستعمل ہیں۔

شریعت و طریقت:۔

تصوف و طریقت اور شریعت میں صرف اعتباری فرق ہے' ظاہری سیرت و صورت' افعال و اعمال کو مخصوص اسلامی طریقہ کے مطابق رکھنا اور ادا کرنا فقہ و شریعت کہلاتا ہے۔ اور ان میں صدق دل اور اخلاص نیت کا نام تصوف و طریقت ہے اور یہ حقیقت قرآن و حدیث سے عیاں ہے کہ عند اللہ ظاہری اعمال سے بڑھ کر اصلاح باطن اور صدق نیت مقبول و معتبر ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ (الحدیث)

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب اور نیتوں کو دیکھتا ہے (کہ ان کے اعمال میں کس قدر اخلاص ہے) اسی وجہ سے حضرت امام شعرانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اَلتَّصَوُّفُ اِنَّمَا هُوَ زُبْدَةُ عَمَلِ الْعَبْدِ بِاَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ بندہ کے احکام شریعت پر عمل کرنے کا مکھن تصوف (سے حاصل ہوتا) ہے۔ یہ اس لئے کہ سلوک و تصوف سے اصلاح باطن اور اسی سے اعمال میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ اور تمام اعمال شریعت میں صرف اخلاص معتبر بلکہ مطلوب و مقصود ہے۔ چنانچہ صوفیائے نقشبند علیہم الرحمہ کے سالار امام ربانی قدس سرہ السامی نے مکتوب نمبر۳۶ دفتر اول میں تحریر فرمایا: شریعت راسہ جز واست علم و عمل و اخلاص تا ایں ہرسہ جزو متحقق نشوند شریعت متحقق نشود و چون شریعت متحقق شد رضائے حق سبحانہ و تعالیٰ حاصل گشت کہ فوق جمیع سعادات دنیویہ و اخرویہ است و رضوان من اللہ اکبر (شریعت کے تین جزو ہیں۔ ا۔ علم، ۲۔ عمل ۳۔ اخلاص۔ جب تک یہ تین چیزیں حاصل نہ ہوں گی شریعت حاصل نہیں ہوگی اور جب شریعت حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے گی جو کہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بالا تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی بڑی چیز ہے (سورہ توبہ) ذرا آگے چل کر اسی مکتوب میں تحریر فرمایا: طریقت و حقیقت کہ صوفیہ بآن ممتاز گشتہ اند ہردو خادم شریعت اندور تکمیل جزو ثالث کہ اخلاص است پس مقصود از تحصیل آں ہردو تکمیل شریعت است نہ امر دیگر ورائے شریعت(طریقت اور حقیقت صوفیائے کرام کی امتیازی علامات ہیں مگر یہ دونوں چیزیں شریعت کی تیسری جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کے لئے شریعت کی خادمہ

ہیں لہٰذا ان دونوں کے حاصل کرنے سے اصل مقصد شریعت کی تکمیل ہے نہ کچھ اور (حوالہ مذکور)

اسی موضوع پر عارف باللہ حضرت فقیر اللہ علوی حنفی سندھی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے تفصیلی مضمون کی ابتداء میں تحریر فرمایا۔ اِنَّ کَمَالَ الدِّیْنِ لَایَحْصُلُ اِلاَّ بِعِلْمِ التَّصَوُّفِ وَالْفِقْهِ وَالْعَقَائِدِ (علم تصوف ' فقہ اور عقائد کے بغیر دین میں کمال حاصل نہیں ہوتا) نیز شیخ رزوق کی کتاب قواعد الطریقۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اِنَّ طُرُقَ السَّادَاتِ الْمُقَرَّبِیْنَ الصَّادِقِیْنَ السَّابِقِیْنَ مُقَیَّدَةٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَ هُمُ الصُّوْفِیَّةُ عَلَی الْحَقِیْقَةِ وَالْعُلَمَاءُ الْعَامِلُوْنَ بِالشَّرِیْعَةِ وَالطَّرِیْقَةِ وَ هُمْ وَرَثَةُ النَّبِیِّ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْمُتَّبِعُوْنَ لَهٗ فِیْ اَقْوَالِهٖ وَ اَخْلَاقِهٖ وَ اَفْعَالِهٖ اَفَاضَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِهِمْ (قطب الارشاد ص ۱۳) (ما سلف مقربان الٰہی صادقین (جن کی ہم نشینی کا قرآن میں حکم ہے) کا طریقہ کتاب و سنۃ سے مقید ہے حقیقت میں یہی لوگ صوفیہ ہیں یہی علماء ہیں جو شریعت اور طریقت دونوں پر عمل پیرا ہیں اور یہی لوگ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور اخلاق ' اعمال اور اقوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ ان کی برکات ہمارے اوپر بھی نازل فرمائے۔ آمین۔

یاد رہے کہ حضرات صوفیاء کرام پیرو مرشد کو ولی خدا اور علوم باطنیہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب سمجھتے ہیں اور بس۔ حدیث شریف میں

ایسے بندوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وارث قرار دیا ہے۔
اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَ لٰكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ الحدیث (علماء ربانی انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے درہم و دینار کے وارث نہیں بنائے لیکن انہوں نے اپنے علم کے وارث بنائے ہیں جس نے اس میں سے کچھ حاصل کیا بہت کچھ حاصل کیا)

قواعد الطریقۃ میں حضرت شیخ رزوق علیہ الرحمہ نے تصوف و فقہ کی ضرورت اور ان سے اعراض کی مذمت کے بارے میں حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا ایک عمدہ مقولہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَ مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ قطب الارشاد ص ۶ مطبوعہ: بمبئی

(جس نے تصوف سیکھا اور فقہ (احکام و مسائل) نہ سیکھا وہ زندیق (بے دین ہے) اور جس نے فقہ سیکھا اور تصوف نہ سیکھا وہ فاسق (گناہگار) ہے اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہی محقق و کامل ہے۔ صوفیاء کرام کے ان مستند حوالہ جات سے صراحتہ" ثابت ہوا کہ تصوف و سلوک ہے ہی شریعت پر پوری طرح کاربند رہنے کا نام' قرآن و حدیث کے خلاف عمل کرنا ان کے یہاں فقیری نہیں' بے دینی و گمراہی ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء ربانی' صوفیاء کرام ہی سب سے زیادہ شریعت و سنت پر عمل پیرا رہے اور اپنے متعلقین کو تلقین کی' بالخصوص اولیاء نقشبند علیہم الرحمہ کے پیشوا حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی علیہ الرحمہ نے تو

اس موضوع پر تحریری طور پر بھی بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ مکتوب نمبر۷۸ دفتر اول حصہ دوم میں فرمایا! وصول بایں نعمت عظمیٰ وابستہ باتباع سید اولین و آخرین است علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلھا و من التحیات اکملھا تا تمام خودرا در شریعت گم نہ سازد و بامتثال اوامر و انتھا از نواہی متحلیٰ نہ گردد بوئے ازیں دولت مشام جان اور نرسد' باوجود مخالفت شریعت اگرچہ برابر سرموئے باشد اگر بالفرض احوال و مواجید دست دھد داخل استدراج است آخر اورا رسوا خواہند ساخت خلاصی بے اتباع محبوب رب العالمین علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلھا و من التحیات اکملھا ممکن نیست حیات چند روزہ رادر مرضیات حق سبحانہ باید صرف نمود۔ یعنی اس نعمت عظمیٰ تک پہنچنا سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے وابستہ ہے جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہیں کریں گے اور اوامر کے بجالانے اور منہیات (جن امور سے روکا گیا ہے) سے رک جانے سے آراستہ نہیں ہوں گے اس وقت تک اس دولت کی خوشبو جان کے دماغ میں نہیں پہنچے گی' شریعت کی مخالفت "جوکہ اگرچہ بال کے برابر ہو" کے باوجود اگر بالفرض احوال (مکاشفات وغیرہ) اور مواجید (جذب و سکر و مستی وغیرہ) حاصل ہو بھی جائیں تو وہ سب استدراج (اللہ کی طرف سے عارضی ڈھیل اور مہلت) میں داخل ہوں گے آخر اس کو رسوا اور خوار کرکے چھوڑیں گے' محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے بغیر چھٹکارا ممکن نہیں' اس چند روزہ زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں صرف کرنا چاہئے۔

لہٰذا جس بابرکت علم کے ساتھ شریعت مطہرہ کو لازم و ملزوم کی حیثیت

حاصل ہو جس کے اصول و فروع ' کلیات خواہ جزئیات کسی طرح بھی شریعت کے خلاف نہ ہوں بلکہ بنیادی طور پر اس کے کلیات ان سے ماخوذ ہوں ایسے علم (طریقت و تصوف) کی مخالفت سراسر زیادتی ہو گی۔

لہٰذا کسی کا یہ کہنا کہ تصوف و طریقت ایران و یونان کے نظریات سے اخذ کئے گئے یا مغرب سے متاثر اسلام کے بعض نام لیواؤں کا یہ کہنا کہ شریعت مطہرہ کی پابندیوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے تصوف کا ڈھونگ رچایا گیا ہے ان کے یہاں نماز' روزہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی وغیرہ کہنا تصوف اور حقیقی صوفیاء سے نا آشنائی یا عناد و تعصب کی پیداوار ہے۔

اسی طرح بعض ظاہری ترقی پسند افراد کا یہ کہنا کہ "تصوف کے بعض اصول مثلاً" نفسانی خواہشات ترک کرنا ' مجاہدات و ریاضات کرنا' عیسائی رہبانیت سے ماخوذ ہیں۔" بھی تعلیمات اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ غیر ضروری خواہشات کے ترک کی تعلیم تو خود قرآن و حدیث میں موجود ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ○ (النازعات) اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہو گا اور نفس کو حرام خواہشات سے روکا ہو گا پس بیشک جنت اس کا ٹھکانا ہو گا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلزَّهَادَةُ فِى الدُّنْيَا لَيْسَ بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ وَ اِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِى الدُّنْيَا اَنْ لَا يَكُوْنَ بِمَا فِىْ يَدَيْكَ اَوْثَقَ مِمَّا فِىْ يَدِ اللّٰهِ

(مظہری ص ۱۱۲ جلد عاشر۔

دنیا سے زہد (بے رغبتی) کا مطلب حلال کو حرام کرنا' مال و دولت کو ضائع کرنا نہیں بلکہ زہد کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تیرے لئے خدا کے پاس موجود ہے اس سے زیادہ بھروسہ تو اس پر نہ کرے جو تیرے ہاتھ میں ہے۔ لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْاِسْلَامِ (اسلام میں رہبانیت نہیں ہے) کا یہی مطلب ہے۔

جبکہ جائز خواہشات و ارادات سے تصوف و فقیری مانع نہیں' نہ ہی کسی صاحب کمال وار شاد بزرگ نے یہ تعلیم دی کہ بیوی بچے بے سہارا چھوڑ کر جنگلوں اور ویرانوں میں بھوکے پیاسے رہ کر' مجاہدات و ریاضات کرو' متعلقین و احباب کو ان کے حقوق سے محروم کرو بلکہ بہت سے صوفیاء کرام کا اپنے متعلقین کو اس قسم کے مجاہدات سے منع کرنا اور مرغن و عمدہ غذا کھانے کی تلقین کرنا ثابت ہے تاکہ جسمانی کمزوری اور دماغی خشکی پیدا ہو کر اطاعت و عبادات اور کسب معاش میں رکاوٹ نہ بنیں۔ بلکہ تصوف و سلوک کے لئے كَائِنٌ فِي الْخَلْقِ وَ بَائِنٌ عَنِ الْخَلْقِ یعنی ظاہر با خلق و باطن با خدا ہونا کافی ہے۔ لین دین' تجارت' زراعت اور ملازمت سے جس طرح شریعت مانع نہیں اسی طرح طریقت بھی مانع نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ کمال فقیری و تصوف ہی یہ ہے کہ دنیاوی معاملات و احوال کو کماحقہ پورا کیا جائے ساتھ ہی قلبی ربط و تعلق ہمیشہ ہمیشہ اپنے خالق و مالک سے مضبوط رہے۔ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الآیہ (مردان خدا وہ ہیں جن کو تجارت (بیوپار) اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے) میں اسی حقیقت کا اظہار ہے نیز صوفیاء کرام کی اصطلاحات سفر در وطن' خلوت در انجمن وغیرہ اسی حقیقت کی غماز ہیں۔

البتہ چند محدود واقعات ایسے بھی ملتے ہیں کہ بعض باکمال بزرگان دین مثلاً" سیدنا محبوب سبحانی شیخنا و مرشدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ برسوں تک جنگلوں اور ویرانوں میں رہے درختوں کے پتوں پر گذارہ کرتے رہے وغیرہ۔ سو یہ فعل ان حضرات کے ذاتی اور اختیاری تھے اپنے نفس کی اصلاح کے لئے خود یہ طریقے تجویز اور اختیار کئے تھے اور وہ ان ہی کے مناسب حال تھے اسی وجہ سے تو انہوں نے یہ امور اپنے تک محدود رکھے' اپنے مریدین و متعلقین کو ان کا پابند نہ بنایا' نیز اپنے اہل و عیال اور دیگر متعلقین کے حقوق کو تلف نہ کیا۔ اگر یہ حضرات مجاہدات و ریاضات کو تصوف و فقیری کا جزو لازم سمجھتے تو بعد میں کم از کم خود تو آرام و آسائش کی زندگی بسر نہ کرتے۔

صوفیاء کرام کی صحبت کی ضرورت:۔

سلوک و تصوف اور بزرگان طریقت سے باطنی نسبت' عقیدت اور محبت سے بنیادی مقصد شریعت و سنت سے مزید محبت اعمال میں اضافہ و اخلاص ہی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ کاملین صوفیاء کرام کی صحبت و خدمت سے یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ پ٦: المائدہ: ع ٦

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف (اس کے قرب کے لئے) وسیلہ ڈھونڈھو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○

توبہ : ع ۴ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں (اولیاء اللہ) کے ساتھ رہو۔ (۱۱۹)

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ○ الکھف۔ پ ۱۵

اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی ہمیشہ) اپنے رب کو پکارتے ہیں (اس کے ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں) محض اس کی رضا چاہتے ہیں (کوئی دنیاوی غرض و مقصد مد نظر نہیں رکھتے)

مفسرین کرام کی گراں قدر آراء

قرآن مجید کی چند آیات کے بعد چند محققین مفسرین کرام کے ارشادات و محققانہ تفسیری نکات بھی ملاحظہ ہوں مفسر قرآن امام المتکلمین حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر کبیر میں تعلیمیہ کے حوالہ سے لکھا ہے دَلَّتِ الْاٰيَةُ عَلٰى اَنَّهٗ لَا سَبِيْلَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا بِمُعَلِّمٍ يُعَلِّمُنَا مَعْرِفَتَهٗ وَ مُرْشِدٍ يُرْشِدُنَا اِلَى الْعِلْمِ بِهٖ تفسیر کبیر ص ۳۹۷ جلد ۳

(اس آیہ مبارکہ (سورہ مائدہ کی آیہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا اور کوئی بھی طریقہ نہیں بجز معلم کامل کے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی تعلیم دے اور مرشد برحق کے جو ہمیں اس کے علم کی ہدایت کرے۔ مفسر قرآن فقیہ اعظم حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے نفس کے عیوب و رذائل سے بچنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔ بَعْدَ مَا ثَبَتَ اَنَّ الْمُؤَاخَذَةَ عَلٰى رَذَائِلِ النَّفْسِ اَشَدُّ مِنَ الْمُؤَاخَذَةِ عَلٰى اَعْمَالِ الْجَوَارِحِ وَ اَنَّ التَّكْلِيْفَ فَوْقَ الطَّاقَةِ

غَیۡرُ وَاقِعٍ اَرۡجُوۡ اَنَّ الۡمُؤۡمِنَ اِذَا بَذَلَ جُهۡدَهٗ وَ صَرَفَ هِمَّتَهٗ مَهۡمَا اَمۡكَنَ عَلٰى دَفۡعِ رَذَائِلِ النَّفۡسِ بِالۡمُجَاهَدَةِ وَلَمۡ يَقۡتَفِ هَوَاهَا وَ لَوۡ بِالتَّكَلُّفِ وَ تَشَبَّثَ بِاَذۡيَالِ الۡفُقَرَاءِ مُرِيۡدًا لِاِزَالَتِهَا لَعَلَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغۡفِرُ لَهٗ رَذَائِلَهَا وَ لَمۡ يُؤَاخِذۡهُ عَلَيۡهَا لِاَنَّهٗ قَدۡ بَذَلَ جُهۡدَهٗ وَوُسۡعَهٗ فِى الۡاِنۡتِهَاءِ عَمَّا نَهَى اللّٰهُ عَنۡهُ وَ اَنَّ اللّٰهَ وَعَدَ الۡعَفۡوَ عَمَّا لَيۡسَ فِىۡ وُسۡعِهٖ وَ اَمَّا مَنۡ لَمۡ يَرۡفَعۡ رَأۡسَهٗ لِمُلَاحَظَةِ عُيُوۡبِهَا وَلَمۡ يَقۡصُدۡ دَفۡعَ رَذَائِلِهَا فَسَوۡفَ يَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا وَ يَصۡلٰى سَعِيۡرًا وَ بِهٰذَا يَظۡهَرُ فَرۡضِيَّةُ اَخۡذِ طَرِيۡقَةِ الصُّوۡفِيَّةِ وَ التَّشَبُّثُ بِاَذۡيَالِ الۡفُقَرَاءِ كَفَرۡضِيَّةِ قِرَاءَةِ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ تَعَلُّمِ اَحۡكَامِهٖ ------ (ص ۴۱۱ تفسیر مظہری جلد اول)

(جب یہ ثابت ہو گیا کہ بدن کے اعضا (ہاتھ پاؤں وغیرہ) کے اعمال سے بڑھ کر نفس کی برائیوں (حسد، کینہ، بغض وغیرہ) پر گرفت ہو گی نیز یہ کہ انسانی قوت سے بڑھ کر کسی کو مکلف نہیں بنایا گیا تو مجھے یہ امید ہے کہ جب کوئی اپنے تیئں جدوجہد کرتا ہے محنت و مجاہدہ کے ذریعے نفس کی برائیوں سے بچنے کے لئے حتی الامکان کوشش کرتا ہے نفس کے چاہنے کے باوجود خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا' اور ان رزائل کے ازالہ کے لئے فقراء (اہل اللہ) کے دامن کو مضبوط تھام لیتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں بخش دے گا۔ ان پر گرفت نہیں کرے گا اس لئے کہ اس نے منہیات (جن باتوں سے اللہ تعالی نے منع کیا) سے بچنے کے لئے اپنی وسعت و کوشش صرف کی اور جو چیز انسانی وسعت میں نہ ہو اس کی مغفرت کا اللہ تعالیٰ

نے وعدہ فرمایا ہے لیکن جو شخص نفس کے عیوب معلوم کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا برائیوں کے ازالہ کا ارادہ ہی نہیں رکھتا (سو وہ قیامت کے دن) موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہو گا (الانشقاق)

اس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ صوفیاء کرام کے طریقہ کو اختیار کرنا' فقراء کے دامن کو تھام لینا ان کی صحبت سے استفادہ کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کے احکام کا سیکھنا فرض ہے۔

فائدہ: یاد رہے کہ عیوب نفس اور رزائل اخلاق کا جاننا اور ان سے بچنا ہر ایک پر اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز' روزہ فرض ہیں بالفاظ قطب الارشاد حضرت مولانا الحاج فقیر اللہ علوی سندھی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وَالْفَرْضُ بَعْدَ التَّوْحِيْدِ نَوْعَانِ الْأَوَّلُ مَا هُوَ فَرْضٌ عَلَيْهِ عِنْدَ تَجَدُّدِ حَادِثَةٍ كَدُخُوْلِ وَقْتِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَوُجُوْبِ الْحَجِّ وَالزَّكٰوةِ وَعِلْمِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ بِقَدْرِ مَا يُؤَدِّيْ بِهٖ فَرْضَهَا وَكُلُّ مَنِ اشْتَغَلَ بِشَيْءٍ مِنَ الْمُعَامَلَاتِ وَالْحِرَفِ يَفْتَرِضُ عَلَيْهِ عِلْمُ التَّحَرُّزِ عَنِ الْحَرَامِ فِيْهِ وَالثَّانِيْ مَا يَكُوْنُ فَرْضًا عَلَى الْعَبْدِ بِحُكْمِ الْإِسْلَامِ مِنَ الْعِبَادَاتِ الْبَاطِنَةِ الَّتِيْ هِيَ مِنْ فُرُوْضِ الْأَعْيَانِ مِنَ التَّوَكُّلِ وَالتَّفْوِيْضِ وَالتَّسْلِيْمِ وَالرِّضَا وَالتَّوْبَةِ وَالْإِنَابَةِ وَالصَّبْرِ وَالشُّكْرِ وَالْإِخْلَاصِ وَنَحْوِهَا مِمَّا يَجِبُ الْإِتِّصَافُ بِهَا وَكَذَا الْمَعَاصِيُ الْبَاطِنَةُ مِنَ السَّخَطِ وَالْغَضَبِ وَالْحِقْدِ وَالْحَسَدِ وَالْبُخْلِ وَطُوْلِ الْأَمَلِ وَخَوْفِ الْفَقْرِ وَالرِّيَاءِ مِمَّا يَجِبُ اجْتِنَابُهَا حَتّٰى

يَصُوْنَ النَّفْسَ عَمَّاشَانَهَا وَ تَكُوْنَ مَنْعُوْتَةً بِمَا زَانَهَا فَلَوْوَجَدَ فُرْصَةً وَ فَرَاغًا بَعْدَ الْاِسْلَامِ وَ لَمْ يَشْتَغِلْ بِتَحْصِيْلِ الْمُعَامَلَةِ الْقَلْبِيَّةِ كَانَ تَارِكًا لِلْفَرْضِ مَسْئُوْلاً عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِهٰذَا حَمَلَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ قَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ عَلٰى عِلْمِ اَخْلَاقِ الْبَاطِنِ (قطب الارشاد) ص ۱۷' ۱۸

(توحید (اللہ تعالیٰ کو ایک کر کے ماننے) کے بعد دو قسم کے علم فرض ہیں قسم اول وہ ہے جو کسی خاص موقع پر فرض و لازم ہو جس طرح نماز' روزہ کہ وقت ہونے پر لازم ہو جاتے ہیں اور حج و زکواہ اپنے اپنے اوقات پر واجب ہو جاتے ہیں اور تجارت کے مسائل کا اس قدر علم کہ صحیح معنوں میں اس کے فرائض ادا کر سکے اسی طرح جن معاملات یا صنعت و حرفت سے واسطہ رہتا ہے ان کا اس قدر علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے کہ آدمی حرام سے اپنے آپ کو بچا سکے۔ (حلال و حرام کی تمیز حاصل ہو جائے) قسم دوم وہ باطنی عبادات جو اسلامی حکم کے مطابق بندہ پر فرض ہیں اور ہیں بھی فرض عین (ہر ایک پر ان کی ادائیگی لازم ہے۔) جس طرح توکل (اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا) اسی کے سپرد ہو جانا اس کے احکام کو دل سے ماننا' اس کی قضا پر راضی رہنا' توبہ کرنا' اس کی طرف رجوع کرنا' مشکل کے وقت صبر کرنا' نعمت کے وقت شکر کرنا' اخلاص وغیرہ اوصاف سے متصف ہونا واجب و لازم ہے' اسی طرح باطنی گناہ مثلاً" غصہ' کینہ' حسد' بخیلی اور لمبی لمبی امیدیں وابستہ رکھنا (موت کو بھلا کر یہ خیال کرنا کہ یہ کروں گا وہ کروں گا وغیرہ) مسکینی کا خوف' ریاء سے بچنا لازم ہے تاکہ اپنے نفس کو ان عیوب سے محفوظ رکھے جو اسے داغدار

کریں اور ان سے موصوف ہو جن سے آراستہ ہونا چاہئے لہٰذا اگر اسلام قبول کرنے کے بعد کسی کو فراغت و فرصت میسر ہو پھر بھی علم معاملہ قلبیہ کی طرف متوجہ نہ ہوا ہو تو وہ ایک فرض کا تارک (چھوڑنے والا) شمار ہو گا جس کے متعلق قیامت کے دن باز پرس ہو گی اسی لئے تو بعض علماء نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "کہ ہر مسلم پر علم طلب کرنا فرض ہے۔" سے اخلاق باطن کا علم مراد لیا ہے۔ تقریباً" یہی مضمون احیاء علوم الدین' عین العلم ' رد المحتار ' الحدیقۃ الندیۃ و دیگر کئی معتبر کتب فقہ ' فتاویٰ اور کتب تصوف میں موجود ہے۔

الغرض مذکورہ بالا مختصر مگر مستند دلائل قرآن و حدیث و اقوال محدثین' مفسرین و فقہاء سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ امور محمودہ صبرو شکر وغیرہ کو جاننا اور اختیار کرنا' اسی طرح امور مذمومہ حسد تکبر وغیرہ کو سمجھنا اور ان سے بچنا ہر ایک کے لئے فرض و لازم ہے' نیز یہ کہ اہل ذکر' اولیاء اللہ جن کو عرف عام میں صوفیاء کرام اور بزرگان دین کہا جاتا ہے ان کی صحبت سے ہی ان امور کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ اور ان کی تربیت سے حسن عمل کی مزید قوت حاصل ہوتی ہے۔ (مزید تفصیل و تحقیق کے لئے احقر کی کتاب ہدایۃ السالکین کا مطالعہ کریں)

علامات ولی کامل:۔

جس طرح ایک آدمی کے لئے مرشد کامل سے بیعت صحبت و تربیت ضروری ہے اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بیعت و نسبت سے پہلے یہ دیکھے کہ آیا وہ شریعت مطہرہ کا پابند بھی ہے کہ نہیں اس لئے کہ محض

رسمی پیری، مریدی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ کی کسوٹی پر پرکھے بغیر نام و نمود یا کسی اور بنا پر آنکھیں بند کر کے کسی رسمی پیر سے بیعت ہو جانا بعض اوقات دینی فائدہ کی بجائے گمراہی و بے دینی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

(بعض لوگ بظاہر انسان اور ان کے اعمال شیطانی ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔

اس سلسلہ میں مشہور محقق محدث ابن جوزی کا حوالہ زیادہ موزوں نظر آتا ہے اس لئے کہ وہ عمومی طور پر انتہا پسند اور پیری مریدی کے مخالف شمار کئے جاتے ہیں لکھتے ہیں۔ فَاِذَا اَرَادَ الْعَبْدُ اَنْ يَّقْتَدِىَ بِرَجُلٍ فَلْيَنْظُرْ هَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الذِّكْرِ اَوْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ؟ وَ هَلِ الْحَاكِمُ عَلَيْهِ هُوَ الْهَوٰى اَوِ الْوَحْىُ فَاِنْ كَانَ الْحَاكِمُ عَلَيْهِ هُوَ الْهَوٰى وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْغَفْلَةِ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا"

(پس جب بندہ کسی مرد (شیخ) کی اقتدا و تابعداری کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ پہلے یہ دیکھے کہ آیا وہ (جس کی اتباع کرنا چاہتا ہے) ذکر والوں میں سے ہے یا غافلوں میں سے ہے؟ اور یہ کہ اس پر نفسانی خواہشات کی حکومت چلتی ہے یا وحی (حکم خداوندی یعنی شریعت پر عمل کرتا ہے) کی؟ سو اگر اس پر خواہشات نفسانیہ کی حکومت ہے تو وہ غافلوں میں سے ہے اور اس کے معاملات شریعت کے حد سے بڑھے ہوئے ہیں) ارشاد خداوندی ہے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ

فُرُطاً ( ) الکھف۔ یعنی اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گذر گیا حضرت ابن جوزی علیہ الرحمہ ذرا آگے چل کر اسی صفحہ پر رقمطراز ہیں۔

فَیَنْبَغِیْ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّنْظُرَ فِیْ شَیْخِہٖ وَ قُدْوَتِہٖ وَ مَتْبُوْعِہٖ فَاِنْ وَجَدَہٗ کَذَالِکَ فَلْیَبْعَدْ مِنْہُ وَ اِنْ وَجَدَہٗ مِمَّنْ غَلَبَ عَلَیْہِ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ وَ اِتِّبَاعُ السُّنَّۃِ وَاَمْرُہٗ غَیْرُ مَفْرُوْطٍ عَلَیْہِ بَلْ ھُوَ حَازِمٌ فِیْ اَمْرِہٖ فَلْیَسْتَمْسِکْ بِغَرْزِہٖ وَلَا فَرْقَ بَیْنَ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ اِلَّا بِالذِّکْرِ (الوابل الصیب ص ۵۳ مطبوعہ مصر)

آدمی کو چاہئے کہ اپنے شیخ پیشوا جس کی تابعداری کرتا ہے اس (کے حالات) کو دیکھے اگر اس کو اسی طرح (شریعت کے مخالف) پائے تو اس سے دور ہو جائے اور اگر اس کو ذکر اللہ اور اتباع سنت کے مطابق پائے شریعت سے متجاوز نہ ہو بلکہ شریعت کا پابند ہو تو اس کے دامن کو مضبوط پکڑ لے' ذکر اللہ کے علاوہ زندہ اور مردہ میں کوئی فرق نہیں ہے (ذاکر زندہ اور غافل مردہ کی مانند ہے۔)

قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاءِ اللہ کی علامات:۔

ا۔ جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ (۱۰۳ سورہ نساء) ۲۔ دنیاوی کام کاج خرید و فروخت کرتے وقت بھی خدا کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ۳۷ (سورہ النور)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ولی کی یہ نشانی نہیں کہ دنیا سے الگ تھلگ گوشہ نشین بن جائے بلکہ کامل صاحب ارشاد بزرگ ہوتے ہی وہ ہیں جو دنیاوی ضروری تعلقات بھی بحال رکھیں مخلوق کے حقوق بھی ادا کریں اور باطنی طور پر ہروقت خالق و مالک سے وابستہ بھی رہیں اور مخلوق خدا کی رہبری کرتے رہیں گوشہ نشین بزرگوں کا فائدہ اپنے تئیں محدود ہوتا ہے ان سے مخلوق خدا کی اصلاح و تبلیغ دین کا فائدہ کم ہی ہوتا ہے۔

۳۔ جن کا غرض و مقصد اول و آخر اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (کہف) (۲۸)

لہذا پیری مریدی سے دنیاوی عزت و جاہ ' شہرت یا دنیا دولت چاہنے والے خدا کے ولی نہیں ہوتے' اولیاء اللہ کی تبلیغی اصلاحی محنت للہ فی اللہ ہوتی ہے مریدین سے دنیاوی منافع حاصل کرنے کو از حد ناپسند کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرتے نہ ہی کسی دنیاوی چیز کے نہ ملنے یا چلے جانے سے فکر مند ہوتے ہیں۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس)

۵۔ وہ پرہیز گار اور خائف خدا ہوتے ہیں۔ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال)

۶۔ ان کے قلوب کو ذکر خدا ہی سے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد)

۷۔ اتفاقاً اگر ان سے کسی قسم کی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی

یاد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ ۝ (آل عمران)

۸۔ حدیث قدسی میں ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اَوْلِیَائِیْ مِنْ عِبَادِیْ الَّذِیْنَ یُذْكَرُوْنَ بِذِكْرِیْ وَ اُذْكَرُ بِذِكْرِهِمْ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں میں سے میرے ولی وہی ہیں جو میری یاد کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں اور ان کی یاد کے ساتھ مجھے یاد کیا جاتا ہے۔

۹۔ جن کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا مَنْ اَوْلِیَاءُ اللّٰهِ (اولیاء اللہ کون ہیں؟) آپ نے ارشاد فرمایا اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کہ جب ان کو دیکھا جائے اللہ تعالیٰ کی یاد (زبان و دل پر) آ جائے تفسیر مظہری ص ۴۱ جلد خامس میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ نے مذکورہ حدیث شریف کی توجیہ اس طرح ذکر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام میں دو قسم کی استعدادیں (لیاقتیں) ودیعت فرمائیں ایک استعداد تاثر کہ اللہ تعالیٰ سے مخفی مناسبت' قرب اور غیر معلوم کیفیت کے ذریعے (باطنی فیوض و برکات) حاصل کرتے ہیں دوسرے استعداد تاثیر فی الناس کہ جنسی' نوعی اور شخصی ظاہری مناسبتوں کی وجہ سے عوام تک پہنچاتے ہیں پس اسی تاثر اور تاثیر کی بدولت ان کی مجالست سے اللہ تعالیٰ کا حضور حاصل ہوتا ہے بلکہ ان کے ساتھ بیٹھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا قرار پاتا ہے۔ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے اور ان کی یاد کھینچ کر اللہ تعالیٰ کی یاد تک پہنچا دیتی ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے اور ساتھ بیٹھنے والا منکر اور مخالف نہ ہو۔ (نعوذ باللہ منہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں یہ

حدیث قدسی بیان فرمائی جو کہ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مَنْ عَادَىٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں) خلاصہ تفسیر مظہری ص ۴۱ جلد ۵

یہ حقیقت ہے کہ مذکررہ بالا اوصاف سے موصوف حضرات شریعت وطریقت' ظاہر وباطن کے یکساں عالم ہوتے ہیں اور ان ہی کے متعلق فرمایا گیا۔ هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ یہ ایک ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین کبھی بدبخت ومحروم نہیں رہتا۔

حضرت شیخ محمد حنفی آفندی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہورومعروف کتاب "الطریقة المحمّدیة فی آداب الطریقة" ص۲۸ میں مریض قلوب کے معالجین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں۔ اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ محمد بن سلیمان بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ هُمُ الْاَوْلِیَاءُ الْجَامِعُوْنَ لِلْعِلْمِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ الشَّرِیْعَةِ وَالْحَقِیْقَةِ اَکَابِرُ الشُّیُوْخِ مِنْ اَهْلِ الْمَعْرِفَةِ وَالرُّسُوْخِ وَاِلَّا فَالْعَالِمُ بِالْعِلْمِ الظَّاهِرِ فَقَطْ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَتِ لَا یَقْدِرُ فِی الْاَغْلَبِ عَلٰی عِلَاجِ قَلْبِهٖ فَکَیْفَ لِغَیْرِهٖ وَقَدْ قِیْلَ طَبِیْبٌ یُدَاوِی النَّاسَ وَهُوَ عَلِیْلٌ وَهٰذَا اَمْرٌ وَصَلَ اِلٰی حَدِّ الْبَدَاهَةِ بِالتَّجْرِبَةِ وَالْمُشَاهَدَةِ (دل کے معالج) اولیاء اللہ ہی ہیں جو ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہیں۔ شریعت بھی ان کے پاس ہے اور طریقت بھی۔ باقی جو صرف ظاہری علم کے عالم ہیں

خواہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ہوں' عموما" اپنے قلب کی اصلاح سے قاصر ہوتے ہیں وہ اوروں کا علاج (اصلاح) کیا کریں گے؟ جس طرح کسی نے کہا کہ یہ طبیب اوروں کا تو علاج کرتا ہے لیکن خود مریض ہے یہ بات تجربہ اور مشاہدہ سے صاف ظاہر ہے۔

ذکرِ الٰہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے (القرآن)

حلقۂ ذکر و مراقبہ

پیشِ نظر مقالہ ذکرِ الٰہی کے فضائل کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر حلقۂ ذکر کے ثبوت اور اس کے فوائد و ثمرات پر مشتمل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"جب تم جنت کے باغوں کے قریب سے گزرو تو خوب پھل کھا لیا کرو"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ جنت کے باغ کیا ہیں؟
ارشاد فرمایا:
ذکر کے لیے گول دائرہ کی شکل میں بیٹھنا۔

ذکر اللہ تعالی

صوفیاء کرام خواہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ عالیہ سے ہوں یا قادریہ' چشتیہ ' سہروردیہ کے مشائخ میں سے اپنے مریدین کو ذکر اللہ کی تلقین ضرور کرتے ہیں' گو بیعت' تلقینِ ذکر اور تربیت کے انداز اور طریقے مختلف ہیں لیکن ذکر اللہ کی حد مشترک سبھی کے یہاں موجود ہے اہل السنۃ والجماعۃ کے مذکورہ تمام سلاسل برحق ہیں اور تمام کی منزل (اللہ تعالی کی محبت و معرفت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واتباع) ایک ہے۔

ذکراللہ کی فرضیت' فضیلت واہمیت بیسیوں قرآنی آیات اور سینکڑوں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت ہے' بقول محدث ابن قیم جوزی متوفی ۸۵۱ء نماز سمیت تمام اعمالِ صالحہ کا بنیادی غرض و مقصد ذکر اللہ ہی ہے اِنَّ جَمِيعَ الْأَعْمَالِ اِنَّمَا شُرِعَتْ اِقَامَةً لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَالْمَقْصُودُ بِهَا تَحْصِيلُ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ۔ الوابل الصیب من الکلم الطیب ص ۹۷ اسی کتاب کے صفحہ نمبر۱۰۱ پر ذکر کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ذکر اللہ جملہ طاعات الاهیہ کے لئے معاون ہے' ذکر سے دیگر اعمال صالحہ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اعمال سہل اور لذیذ معلوم ہوتے ہیں ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک نعمت خداوندی' لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ ذکر کی بدولت اعمال میں تکلیف ومشقت اور بوجھ محسوس نہیں ہوگا جو ایک غافل انسان کو ہوتا ہے اس کی وضاحت کے لئے تجربہ ہی کافی گواہی ہے۔

اور یہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جن اعمال میں ذکر شامل ہوتا ہے ان کا درجہ کئی گنا ان اعمال سے بڑھ جاتا ہے جن میں ذکر خدا شامل نہیں ہوتا۔

چنانچہ حضرت سہل بن معاذ بن انس اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا اَیُّ الْمُجَاهِدِيْنَ اَعْظَمُ اَجْرًا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ (یارسول اللہ مجاہدین میں سے کس کا اجر بڑھ کر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَعَالٰى ذِكْرًا" جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہو۔ اس نے پھر عرض کی اَيُّ الصَّائِمِيْنَ اَكْثَرُ اَجْرًا" ؟ کہ کونسا روزہ دار زیادہ اجر والا ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ذِكْرًا" جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہو اس کے بعد نماز' زکوٰۃ حج اور صدقہ کے متعلق وہ عرض کرتے رہے' ہر ایک کے جواب میں آپ یہی فرماتے رہے کہ جو کثرت سے ذکر کرنے والا ہو' یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ' سے کہا ذَهَبَ الذَّاكِرُوْنَ بِكُلِّ خَيْرٍ کہ ذاکر لوگ تمام بھلائیاں حاصل کرگئے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اَجَلْ (جی ہاں ان کو کمال اجر حاصل ہے) ابن کثیر ص۴۸۸

ذکر قلبی

ذکر الٰہی قلبی ہو خواہ زبانی ' اس کی فضیلت واہمیت مسلم ہے' بعض سلاسل میں لسانی ذکر کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور بعض مشائخ ذکر قلبی کے

لئے زیادہ تاکید کرتے ہیں' لیکن ان میں سے کوئی بھی ذکر کی دوسری قسم کا مخالف ومانع ہرگز نہیں ذکر اللہ کی ہر دواقسام کے متعلق بیسیوں آیات قرآنیہ اور سینکڑوں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں' لیکن احقر اختصار کے پیش نظر معدودے ان آیات اور احادیث کے ذکر پر اکتفا کریگا جو قلبی ذکر سے متعلق ہیں جس پر خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ودیگر مقتدر مشائخ کاربند رہے اور جن پر فی الوقت بھی صوفیاء کرام کی اکثریت بالخصوص اولیاء نقشبند کاربند ہیں۔

تبیان وسائل الحقائق میں شیخ کمال الدین حریری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب غار (غارثور) میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرب ومعیت کے اسرار مشاہدہ کرنے کی خواہش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تِلْکَ بِمُدَاوَمَۃِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی یہ تو اللہ تعالی کے ذکر پر ہیشگی سے ہی حاصل ہوگا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زانو بیٹھے ہوئے ان کو خفی قلبی ذکر کی تلقین فرمائی' اسم ذات کی مذکورہ تلقین کے وقت آپ چشمان مبارک بند کئے ہوئے تھے۔ اصل متن کے الفاظ یہ ہیں۔ فَلَقَّنَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الذِّکْرَ الْخَفِیَّ الْقَلْبِیَّ بِاِسْمِ الذَّاتِ ھُنَاکَ جَالِسًا عَلٰی فَخِذَیْہِ وَغَامِضًا عَیْنَیْہِ الْمُتَبَرَّکَتَیْنِ۔

نیز فصل الخطاب میں حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ لَقَّنَہُ الذِّکْرَ الْقَلْبِیَّ فِی الْغَارِ عَلٰی وَجْہِ التَّثْلِیْثِ (ثمرات الفواد) کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں تین

کے طریقہ پر ذکر قلبی کی تلقین فرمائی اس میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں مروج ذکر نفی واثبات کا ثبوت ہے جس کی ابتدا تین سے ہوتی ہے اور ۵،۷ یہاں تک کہ اکیس بار ایک ہی سانس میں ذکر کی تلقین کی جاتی ہے' اور یہ طریقہ حصول قربِ الہٰی کے لئے از حد مفید طریقہ ہے۔

اسی طرح شیخ مصطفےٰ بکری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب السیوف الحداد میں حضرت شیخ عبدالرحیم ہندی قدس سرہ کے حوالہ سے تحریر فرمایا اِنَّہٗ رَءٰیٰ فِیْ بَعْضِ الْکُتُبِ اَنَّ الصِّدِّیْقَ الْاَکْبَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَسْتَعْمِلُ الذِّکْرَ الْقَلْبِیَّ عَلٰی طَرِیْقِ النَّقْشَبَنْدِیَّۃِ مَعَ حَبْسِ الدَّمِ۔ ارغام المرید ص۲۹۔ ص۳۰ مولفہ شیخ محمد زاہد خالدی نقشبندی قدس سرہ

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نقشبندیہ کے طریقہ پر سانس روکنے کے ساتھ قلبی ذکر پر کار بند رہتے تھے ان تینوں حوالہ جات سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے درج ذیل معمولات ثابت ہوئے۔

۱۔ تلقین ذکر کے وقت دوزانو ہوکر بیٹھنا نیز مخصوص توجہ کے وقت آنکھیں بند کرنا۔

۲۔ حبس دم (سانس روک کر نفی واثبات کرنا) نیز اس وقت عدد طاق ۳۔ ۷ وغیرہ کو ملحوظ رکھنا۔

مقامِ قلب پر انگلی رکھ کر ذکر کی تلقین کرنا۔

انسان (مرد ہو خواہ عورت) کا دل بائیں پسلیوں کی طرف پستانوں سے دوانگشت کے فاصلہ پر ہے اور قلبی ذکر میں اس مقام پر زبان حال سے یہ

تصور کرنا ہوتا ہے کہ دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے وغیرہ۔

اس لئے بعض مشائخ سلسلہ نقشبندیہ تلقین ذکر کے وقت مرید کے مقام قلب پر شہادت کی انگلی رکھ کر ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔ گو اس کے اثبات کے لئے کسی دلیل کی ضرورت تو نہیں۔ اس لئے کہ دلیل شرعی کی ضرورت صرف اس مقام پر ہوتی ہے جہاں کوئی چیز قرآن و سنت کے خلاف معلوم ہوتی ہو' جبکہ اس قسم کے ذکر میں کسی قسم کا اور خدشہ بجائے خود اس سے تو ذکر خدا اور اطاعت خدا اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت وتوفیق مرحمت ہوتی ہے' تاہم اس قسم کی تلقین ذکر کی اصل صحاح ستہ کی مشہور کتاب صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۳۹۴ میں موجود ہے جس کے راوی سید السادات حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہم ہیں فرمایا (حضرت محمد رضی اللہ عنہ نے) ایک بار دوسرے لوگوں کے ساتھ میں بھی صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے لوگوں سے (حال احوال آنے کا مقصد وغیرہ) پوچھا' یہاں تک کہ میری باری آئی تو میں نے بتایا کہ میں محمد بن علی بن حسین (رضی اللہ عنہم) ہوں (یہ سن کر) انہوں نے میری طرف ہاتھ بڑھایا (شفقت سے) میرے سر پر ہاتھ رکھا اس کے بعد (میری قمیض) کے اوپر کا بٹن کھولا پھر نیچے کا بٹن کھولا اس کے بعد اپنی ہتھیلی میرے سینہ پر دونوں پستانوں کے درمیان رکھی' ان دنوں میں نوجوان لڑکا تھا' اور آپ نے مجھے بھتیجے کہہ کر مرحبا کی اور فرمایا جو کچھ پوچھنا ہو' پوچھ لیں' پس میں نے ان سے پوچھا (حج کے متعلق) حدیث کے الفاظ ہیں عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلْنَا

عَلٰی جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰہِ فَسَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتّٰی انْتَھٰی اِلَیَّ فَقُلْتُ اَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَلِیِّ ابْنِ حُسَیْنٍ فَاَھْوٰی بِیَدِہٖ اِلٰی رَاْسِیْ فَنَزَعَ زِرِّیَ الْاَعْلٰی ثُمَّ نَزَعَ زِرِّیَ الْاَسْفَلَ ثُمَّ وَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ ثَدْیَیَّ وَ اَنَا یَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ فَقَالَ مَرْحَبًابِکَ یَاابْنَ اَخِیْ سَلْ عَمَّ شِئْتَ فَسَاَلْتُہٗ گو اس حدیث شریف کو بعینہٖ تلقین مروجہ تو نہیں کہا جاسکتا' لیکن اسکی تائید ضرور ہوتی ہے کہ ایک صحابی رسول رضی اللہ تعالی عنہ نے برکت وفیض رسانی کے لئے ایک سادات کے سینہ پر کپڑے کا حجاب ہٹاکر ہاتھ رکھا اور یہی کچھ ہمارے مشائخ کے یہاں مروج ہے کہ تلقین ذکر کے وقت کپڑا ہٹاکر مقام قلب ودیگر لطائف پر انگشت شہادت رکھ کر زبان تصور وخیال سے ذکر اسم ذات کا حکم کرتے ہیں

جبکہ بیعت کے وقت مصافحہ کے انداز میں ہاتھ میں ہاتھ ملا کر پہلے تجدید ایمان کی دعائیں پڑھاتے اور بعد میں قلب پر انگلی رکھ کر ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔

نئے واردین خواہ پہلے سے طریقہ عالیہ میں داخل ہوں مریدین سے بیعت لینا سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تین قسم کی بیعتیں لی ہیں۔

1۔ بیعت اسلام۔ کفر سے تائب ہوکر دائرہ اسلام میں داخل کرتے وقت

بیعت دوم بیعت جہاد۔ اعلاء کلمہ اللہ کے لئے کفار کے سامنے سینہ سپر ہوکر لڑنے کے لئے بیعت۔

سوم بیعت توبہ۔ مسلمانوں سے ترک معاصی (گناہوں کے ترک کرنے) کے لئے بیعت۔

مشائخ طریقت اپنے متوسلین سے یہی بیعت توبہ لیتے ہیں جو کہ درحقیقت بیعت رسول ﷺ ہی ہوتی ہے' چنانچہ مرشدنا حضرت پیر فضل علی قریشی مسکین پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تم تھکے ہوئے ہو رات کو آرام کرو صبح کو بیعت کرلیں گے۔ وہ سو یا رات کو اس شخص نے خواب دیکھا کہ اس نے حضرت قریشی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے شیخ حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دیا اور انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دیدیا۔ اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ ان کا ہاتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پہنچا اور انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت رسول کریم ﷺ کے دست مبارک میں دیا اور آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر اللہ تعالیٰ کا بے کیف دست مبارک ہے۔ ان الذی یبایعونک انما یبایعون اللہ

(بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

لہٰذا بیعت کرتے وقت شیخ سے جو عہد و پیمان شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کے سلسلہ میں کیا جاتا ہے وہ اللہ عزوجل کے ساتھ ہوتا ہے' اور اس وعدہ کو پورا کرنا لازم اور اس کا توڑنا گناہ ہوتا ہے۔ خلاصہ انوار فضلیہ 155/154۔ لہٰذا اس طریقہ پر تلقین کرنا جائز ہے اور صحیح حدیث سے اسکی تائید ہوتی ہے۔

حلقۂ ذکر

صوفیاء کرام کے معمولات میں حلقۂ ذکر و مراقبہ بھی قدیم زمانے سے رائج ہے اور یہ کسی نہ کسی صورت میں تمام طرق و سلاسل میں موجود رہا ہے البتہ ظاہری' ہیئت و کیفیت مختلف رہی ہے۔ بلکہ ایک ہی طریقہ میں ذکر و شغل اور

مراقبہ کی ظاہری صورت مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہے۔

اصطلاح طریقت و تصوف میں نفسانی اور دنیاوی خیالات و خواہشات سے حتی المقدور اپنے آپ کو آزاد و بے فکر کر کے بارگاہ الٰہی سے بوسیلہ پیرو مرشد وماسلف مشائخ طریقت و سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فیوض و برکات' انوار و تجلیات کے حصول کے لئے گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ کر انتظار و توجہ الی اللہ کو حلقہ ذکر و مراقبہ کہتے ہیں۔

اصول و مقصود میں کسی ردوبدل کے بغیر تبدیلی زمانہ کے ساتھ ساتھ تلقین ذکر اور حلقۂ ذکر اور دیگر جزئیاتِ طریقت میں تغیرو تبدل اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے کہ شریعت کی طرح طریقت میں بھی تنگ نظری نہیں ہے' بلکہ اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اس میں اس قدر وسعت بھی موجود ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ یکساں طور پر اس سے مستفیض ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا اس قسم کی جزئی ترمیمات بجائے خود ایک طرح کی خوبی و عمدگی ہی ہیں۔ چنانچہ ہمارے مشائخ طریقہ عالیہ نقشبندیہ' غفاریہ'، نخشیہ طاہریہ میں کوئی ایک سو سال سے حلقۂ ذکر و مراقبہ کا معمول یہ ہے' کہ تمام اہل ذکر گول دائرہ کی شکل میں بیٹھ جاتے ہیں اور معمول کے مطابق قرآنی آیات اور درود شریف پر مشتمل ختم شریف پڑھتے ہیں' آخر میں پیرومرشد اگر موجود ہوں یا ان کے خلیفہ مجاز یا کوئی اور صالح فرد ایصال ثواب کرتا ہے' جس کے بعد تمام کے تمام اوپر کپڑا ڈال کر آنکھیں بند کر کے اور اکثر فقراء گھٹنے اوپر گردن نیچی کر کے متوجہ الی اللہ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور جو صاحب مراقبہ کراتے ہیں وہ تلاوت قرآن مجید' حمد باری تعالیٰ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیرومرشد و دیگر مشائخ کی منقبتیں نیز پند و نصیحت کے منظوم اشعار و ابیات پڑھتے رہتے ہیں

ساتھ ہی موٹے منکوں والی تسبیح بھی چلاتے رہتے ہیں اور تسبیح کی آواز (ٹھک ٹھک) کو دل سے اسم مبارک اللہ' اللہ کی آواز تصور کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ مذکورہ بالا تمام امور (تسبیح وغیرہ) کا اہتمام محض اس لئے کیا جاتا ہے کہ سالک کے قلبی خیالات ادھر ادھر منتشر نہ رہیں اور پوری توجہ وانہماک کے ساتھ بارگاہ الٰہی سے بواسطہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ومشائخ طریقت فیوض وبرکات کا منتظر رہے۔

اور طویل تجربہ سے ثابت ہے کہ اس طریقہ سے ذکر کرنے سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور سالک کو صحیح طور پر ذکر اللہ کا لطف اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے' جبکہ مذکورہ طریقہ پر اجتماعی مراقبہ کے علاوہ انفرادی مراقبہ کی بھی تلقین کی جاتی ہے۔

گو بزرگان دین وعلماء رَبّانِیّین کے جاری کردہ حلقہ ومراقبہ کے مذکورہ طریقہ سے شریعت مطہرہ کی کسی طرح مخالفت لازم نہ آنے کی بنا پر دلائل سے اس کے اثبات کی چنداں ضرورت نہ تھی تاہم متوسلین طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ طاہریہ کے تسکین قلب اور دوسرے قارئین کی قلبی تشفی کے لئے چند مستند ومسلم دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مذکورہ طریقہ پر حلقہ ذکر ومراقبہ میں نمایاں طور پر چند امور قابل ذکر ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ ان تمام کی اصل کسی نہ کسی صورت میں حدیث' تفسیر اور ماسلف علماء محققین سے ثابت ہے۔

ا۔ گول دائرہ کی شکل میں بیٹھنا۔ (۲) گھٹنے اوپر کر کے اور آنکھیں بند کر کے متوجہ الی اللہ ہونا۔ (۳) تلاوت' حمد' نعت اور نصیحت کے اشعار پڑھنا۔

(۴) ہاتھ سے موٹے منکوں والی تسبیح چلانا۔ (۵) بعض اہل ذکر کا وجد میں آکر غیر اختیاری طور پر دوڑنا' گرنا' بھاگنا' زمین پر لیٹنا وغیرہ۔

بفضلہ تعالیٰ ان میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو شریعت وسنت کے مخالف اور قابل اعتراض ہو' بلکہ یاد الٰہی کے لئے مفید ثابت ہونے کی بنا پر جائز ہی نہیں مستحب اور مستحسن ہیں چنانچہ رسول خدا علیہ الف التحیتہ والثناء کا ارشاد گرامی ہے۔ مَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ (بیاض ہاشمی) جس کو (صالح) مسلمان بہتر سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔

حلقہ:۔ (گول دائرہ کی شکل میں بیٹھنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے جامع ترمذی شریف میں خادم رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ مشکوۃ المصابیح باب ذکر اللہ عزوجل

(جب جنت کے باغوں کے قریب سے گزرو توخوب پھل کھا لیا کرو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) عرض کی جنت کے باغ کونسے ہیں؟ فرمایا ذکر کے لئے گول دائرہ کی شکل میں بیٹھنا)

اس حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے مشہور محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے تحریر فرمایا! ودریں حدیث دلیل است برآں کہ تحلیق برائے ذکر مشروع است' اشعة اللمعات شرح المشکواۃ ص ۲۰۰ جلد دوم (اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ ذکر کے لئے گول دائرہ بنانا شریعت مطہرہ کے مطابق ہے۔

نیز محدث حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا وَاعْلَمْ اَنَّہٗ کَمَا یَسْتَحِبُّ الذِّکْرُ یَسْتَحِبُّ الْجُلُوْسُ فِیْ حِلَقِ اَھْلِہٖ یعنی بلاشبہ جس طرح ذکر کرنا مستحب ہے اسی طرح ذکر کے حلقوں میں بیٹھنا بھی مستحب ہے۔ رہی یہ بات کہ ذکر کا وہ کونسا طریقہ ہے جس کے لئے حلقہ بنا کر بیٹھا جائے، شرح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خفی، قلبی ذکر ہے چنانچہ محدث مذکور علیہ الرحمہ نے اسی حدیث شریف کے تحت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے درج ذیل حدیث روایت کی ہے۔

لَفَضْلُ الذِّکْرِ الْخَفِیِّ الَّذِیْ لَایَسْمَعُہٗ الْحَفَظَۃُ سَبْعُوْنَ ضِعْفًا اِذَاکَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ جَمَعَ اللّٰہُ الْخَلَائِقَ لِحِسَابِھِمْ وَجَائَتِ الْحَفَظَۃُ بِمَا حَفِظُوْا وَکَتَبُوْا قَالَ لَھُمْ انْظُرُوْا ھَلْ بَقِیَ لَہٗ مِنْ شَیْءٍ فَیَقُوْلُوْنَ مَاتَرَکْنَا شَیْئًا" مِمَّاعَلِمْنَاہُ وَحَفِظْنَاہُ اِلَّا وَقَدْ اَحْصَیْنَاہُ وَکَتَبْنَاہُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اِنَّ لَکَ عِنْدِیْ حَسَنًا لَاتَعْلَمُہٗ وَاَنَا اَجْزِیْکَ بِہٖ وَھُوَ الذِّکْرُ الْخَفِیُّ وَھُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلذِّکْرُ الْخَفِیُّ خَیْرٌ مِنَ الذِّکْرِ الْجَلِیِّ۔ مرقاۃ المفاتیح ص ٦٥ جلد خامس

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مخفی ذکر کو حفظہ (ساتھ رہنے والے فرشتے بھی) نہیں سنتے، اس کی فضیلت ستر ٧٠ گنا زیادہ ہے۔ (اس ذکر سے جسے اور سنتے ہیں) جب قیامت کا دن ہو گا اللہ تعالیٰ حساب کے لئے تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا تو فرشتے لے آئیں گے جو کچھ انہوں نے یاد کیا ہو گا اور لکھا ہو گا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا دیکھو اس کے اعمال میں سے کوئی چیز رہ گئی ہے؟ وہ

عرض کریں گے جو کچھ ہم جانتے تھے' جو یاد کیا تھا اسے پوری طرح محفوظ رکھ لیا اور لکھ لیا ہے' ترک نہیں کیا (یہ سن کر اس بندہ سے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا بیشک تیری ایسی نیکی میرے پاس ہے جسے تو بھی نہیں جانتا (یا یہ کہ فرشتے بھی نہیں جانتے) اور میں تجھے اس کا معاوضہ دونگا اور وہ ذکر خفی ہے' نیز حدیث شریف "جہری ذکر سے مخفی ذکر بہتر ہے" سے بھی یہی مراد ہے۔ نیز حلقہ ذکر کے وقت قلبی ذکر کرنے اور جہری ذکر نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر متعدد افراد باہم ملکر ایک جگہ جہری ذکر کریں گے تو یکسوئی وتوجہ برقرار نہیں رہے گا' نہ چاہنے کے باوجود ایک دوسرے کی آوازوں کی طرف دھیان جائیگا اور سکون وتوجہ الی اللہ تعالیٰ میں خلل واقع ہوگا۔

اسی وجہ سے ہمارے مشائخ کبار قلبی' خفی ذکر کے لئے حلقہ کا اہتمام کرتے ہیں۔

دوم: گردن جھکا کر آنکھیں بند کر کے متوجہ الی اللہ ہونا بھی محض یکسوئی اور تواضع کے لئے ہے' چنانچہ متوجہ الی اللہ ہونے کا یہ طریقہ بھی نیا نہیں بلکہ سیدنا حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے بھی جب اپنی امت کے اصرار کرنے پر آسمان پر سے دسترخوان اتارے جانے کے لئے بارگاہ الٰہی میں التجا کی' تو التجا کرتے وقت آنکھیں بند کر کے گردن مبارک جھکا کر متوجہ الی اللہ ہوئے تھے اور آپ کی وہ گزارش بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئی تھی اسی مذکورہ آیت مبارکہ کے تحت مفسر قرآن علامہ احمد صاوی علیہ الرحمۃ نے تفسیر صاوی ص ۲۹۶ جلد اول میں تحریر فرمایا وَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَطَأْطَأَ رَأْسَہٗ وَغَضَّ بَصَرَہٗ وَقَالَ رَبَّنَا الخ وَهٰذِهِ الْاٰدَابُ لَا تَخُصُّ عِیْسٰی

(کہ آپ نے دو رکعت نماز ادا کر کے گردن جھکائی' آنکھیں بند کیں اور عرض کی اے اللہ نازل کر ہمارے لئے دسترخوان اور یہ آداب حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں (بلکہ دوسرے بھی اس طریقہ پر متوجہ ہو کر مستفیض ہوسکتے ہیں)

سوم: مراقبہ کے وقت گھٹنوں کے گرد دونوں ہاتھوں کا حلقہ بناکر گردن جھکانا بھی خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے' شمائل ترمذی شریف میں بَابُ مَاجَاءَ فِیْ جِلْسَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی کیفیت کے بیان میں) میں سب سے پہلے جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس میں اسی ہیئت وصورت کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ عَنْ قَیْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ اَنَّھَارَأَتْ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَھُوَ قَاعِدُالْقُرْفُصَاءِ (شمائل ترمذی ص ۸)

لفظ قرفصاء کا معنی ہے گھٹنے کھڑے کر کے دونوں ہاتھوں سے موٹی پنڈلیوں کے گرد حلقہ بنانا نیز صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے قَالَ رَئَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْکَعْبَةِ مُحْتَبِیًا بِیَدَیْہِ (میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ معظمہ کے سامنے دونوں ہاتھوں کا حلقہ بنائے بیٹھے دیکھا۔ اس حدیث شریف میں قرفصاء کے معنی میں لفظ مُحْتَبِیًا ذکر کیا گیا ہے' جس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ محمد ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں اَلْاِحْتِبَاءُ اَنْ تَنْصُبَ الرُّکْبَتَیْنِ وَتَضَعَ الرِّجْلَیْنِ عَلَی الْاَرْضِ

وَتَحْلُقُ بِالْيَدَيْنِ عَلَى السَّاقَيْنِ- ص ۱۲۷ التعليق الصبيح على مشكوٰة المصابيح-

احتباء یہ ہے کہ دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے پاؤں زمین پر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں کے گرد حلقہ بنایا جائے) .بفضلہ تعالیٰ بعینہ یہی صورت آج بھی میرے پیرومرشد حضرت قبلہ صاحبزادہ مولانا محمد طاہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے یہاں معمول و مروج ہے۔

چہارم: حصول برکت اور فیوض و برکات کے نزول کے لئے تلاوت قرآن مجید میں تو کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں اسی طرح منظوم حمد و نعت پڑھنا پیرومرشد کی تعریف میں منقبت یا وعظ و نصیحت پر مشتمل اشعار پڑھنا بھی محبت خدا و رسولِ خدا اور ایک صالح بندۂ خدا سے محبت کی علامت ہے۔ حدیث قدسی میں ہے جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ان کے لئے میری محبت واجب ہو جاتی ہے لہٰذا یہ نہ فقط جائز بلکہ باطنی روحانی ترقی کے لئے از حد مفید ہے اور اس قسم کا مراقبہ جس کے اجزاء میں سے کوئی ایک بھی خلاف شرع نہ ہو' بلکہ اس کے ایک ایک جزو میں دینی فائدہ ملحوظ خاطر ہو' ایسا مراقبہ مسجد میں ہو خواہ مسجد سے باہر تنہا ہو یا اجتماعی صورت میں قابل تقلید عمدہ ایجاد ہے اشعار کے جواز کے سلسلہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی درج ذیل حدیث کافی و شافی دلیل ہے

اَلشِّعْرُ بِمَنْزِلَةِ الْكَلَامِ فَحَسَنُهٗ كَحَسَنِ الْكَلَامِ وَقَبِيْحُهٗ كَقَبِيْحِ الْكَلَامِ کنزالعمال حدیث نمبر ۷۹۷۹ جلد ثالث

(شعر بھی عام کلام کی مانند ہے' اچھا شعر اچھے کلام کی مثل ہے اور خراب شعر خراب کلام کی مثل ہے)

حضرت کعب احبار' حضرت حسان بن ثابت ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیہ منظوم کلام پڑھنا' نیز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسان بن ثابت اور حضرت امیہ بن صلت رضی اللہ عنہما کو اشعار سنانے کا امر فرمانا' علاوہ ازیں حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا اشعار بنانا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمرو بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا مسجد میں اشعار سنانا ہی کافی اور قوی دلیل ہیں۔ جبکہ متاخرین علماء کرام' تمام سلاسل کے محققین فقہاء و مشائخ کرام کے قول و فعل سے اس کا اثبات شعر و اشعار کے جواز بلکہ استحباب و بہتر ہونے کے لئے مستند دلیل ہیں۔ مزید تحقیق کے لئے تفسیر مظہری ص ۹۴ جلد ۷۔ تحفتہ الاحوذی شرح جامع ترمذی ص ۲۱۲ جلد ۴ فتاوی حامدیہ ص ۲۸۲ امداد الفتاوی ص ۲۰۶ جلد ۷ اور الامن والعلی مطالعہ کریں۔

پنجم: ہاتھ سے موٹے منکے والی تسبیح چلانا اور اس کی کھٹ کھٹ کو دل سے اسم مبارک اللہ' اللہ کی آواز تصور کرنا بھی بلاشبہ جائز ہے اس لئے کہ مطلق تسبیح کا ثبوت تو احادیث اور اقوال و افعال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے جبکہ موٹے دانوں والی تسبیح کا استعمال بھی آج سے کم از کم ۱۰۰ سال پہلے سے پاک و ہند کے مقتدر مشائخ و علماء ربانیین سے ثابت ہے' ایسی صورت میں چھوٹے بڑے منکے کی بنیاد پر تفریق کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ خاص کر اس صورت میں جبکہ یہ حضرات صوفیاء کرام' اس کے استعمال کو لازم و واجب بھی نہیں کہتے' بلکہ تجربہ سے ذکر الہٰی میں معاون ثابت ہونے کے بعد اس کو جائز و مستحسن سمجھ کر استعمال کرتے ہیں اور اصول شریعت کے مطابق اس کے اثبات کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں تاہم تسکین خاطر کے لئے چند معتبر

ومناسب نقلی وعقلی دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (۴۴) الاسراء (اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (زبان حال یا قال سے) بیان نہ کرتی ہو' لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے) اس کے مطابق ہر چیز خدا کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے خاص کر جو چیز استعمال ہی اس نیت سے کی جائے اور یہ تصور کیا جائے کہ یہ تسبیح گو پلاسٹک یا لکڑی کی ہے مگر اپنے رب کی یاد میں مستغرق ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟ جبکہ سورہ اسراء کی مذکورہ آیۂ کریمہ کے تحت اکثر مفسرین کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ تمام جمادات (لکڑی' پتھر وغیرہ) زبان حال سے ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات جمادات سے زبان قال سے ذکر کرنا بھی ثابت ہے' چنانچہ شیخ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن طبری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کرامات الاولیاء میں حضرت ابو مسلم خولانی قدس سرہ کے متعلق لکھا ہے کہ ایک بار رات کو وہ اٹھے تو جس تسبیح سے ذکر کیا کرتے تھے وہ با آواز بلند تسبیح کہہ رہی تھی سُبْحَانَکَ یَامُنْبِتَ النَّبَاتِ وَیَادَائِمَ الثَّبَاتِ اے ہمیشہ برقرار رہنے والے' اے گھاس سبزہ اگانے والے تیرے لئے ہی پاکی ہے) یہ انوکھی تسبیح سنکر آپ نے اپنی زوجہ محترمہ کو بلایا کہ آکر یہ عجیب وغریب صورتحال دیکھ لے یہاں تک کہ ام مسلم رحمتہ اللہ علیہا نے بھی آکر دیکھا اور تسبیح کی آواز کانوں سے سنی ص ۴' جلد رابع الحاوی للفتاوی مولفہ مفسر قرآن مولانا جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ سے تسبیحات شمار کرتے دیکھا (انگلیوں کے پوروں کے ذریعے جس طرح تسبیحات فاطمہ کے وقت نماز کے بعد آج بھی مروج ہے)۔
نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین صحابیات رضی اللہ عنھن کو فرمایا
عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّقْدِيسِ وَلَا تَغْفَلْنَ فَتَنْسَيْنَ التَّوْحِيدَ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْؤُلَاتٌ وَمُسْتَنْطَقَاتٌ تمہارے اوپر لازم ہے کہ تسبیح، تقدیس تہلیل کیا کرو اور غافل نہ رہو کہ توحید کو بھلا بیٹھو اور انگلیوں پر شمار کیا کرو کہ ان سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا اور جواب طلب کیا جائے گا۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ میں شمار کرنا کوئی معیوب بات نہیں بلکہ بہتر ہے' البتہ بعض حضرات نے ان سے یہ استدلال کیا ہے کہ صرف انگلیوں کے پوروں پر تسبیح وغیرہ کرنا درست ہے' لکڑی پتھر یا پلاسٹک وغیرہ کی تسبیحات مروجہ سنت کے خلاف ہیں۔ اس سوال کا جواب سیدھا سادھا یہ ہے کہ اگر انگلیوں کے علاوہ کسی اور آلہ کا ذکر کے لئے استعمال ناجائز یا خلاف سنت ہوتا تو کم از کم حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم ان سے دور رہتے کہ وہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات اور عادات کو زیادہ سمجھنے اور جاننے والے تھے وہ کب خلاف سنت یا خلاف اولیٰ کسی چیز کا ارتکاب کرتے' جبکہ ان سے ذکر اللہ کے لئے مختلف آلات کا استعمال ثابت ہے۔ مثلاً" صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک طویل دھاگا ہوتا تھا جس کو آپ نے ایک ہزار گانٹھیں دے رکھی تھیں اور روزانہ سونے سے قبل ان پر گن کر بارہ ہزار مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے۔ اسی طرح سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ

عنہا بھی گانٹھیں دیئے ہوئے ایک دھاگے پر تسبیحات گنا کرتی تھیں، صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پتھریوں پر تسبیح پڑھا کرتے تھے، اس قسم کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، صحابی رسول حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھیلی ہوا کرتی تھی جس میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں ہوتی تھیں۔ نماز فجر کے بعد ان میں سے ایک ایک پر تسبیح پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ختم ہو جاتیں، نیز مشہور محدث حضرت حسن بصری تابعی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میں تسبیح لے کر پڑھنا ثابت ہے، یہاں تک کہ تلمیذ رشید حضرت عمر مالکی رحمتہ اللہ علیہ کے سوال کرنے پر ایک مرتبہ فرمایا، اس کو ابتداء میں استعمال کیا انتہا میں کیسے چھوڑ سکتا ہوں بلکہ اُحِبُّ اَنْ اَذْكُرَ اللّٰهَ بِقَلْبِيْ وَفِيْ يَدِيْ وَلِسَانِيْ (میں چاہتا ہوں کہ میرا دل بھی خدا کا ذکر کرے ہاتھ اور زبان بھی ذکر کریں۔ حوالہ مذکور۔

لہٰذا مشائخ کرام کا قلبی ذکر کے وقت ہاتھ سے تسبیح چلانا ہاتھ کا ذکر اور زبان سے تلاوت حمد و نعت وغیرہ زبانی ذکر کے زمرہ میں آتے ہیں۔ محدث سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس قسم کے بہت سے حوالہ جات ذکر کر کے تحریر فرمایا فَلَوْلَمْ يَكُنْ فِي اتِّخَاذِ السُّبْحَةِ غَيْرَ مُوَافَقَةِ هٰؤُلَاءِ السَّادَةِ وَالدُّخُوْلِ فِيْ سِلْكِهِمْ وَالْتِمَاسِ بَرَكَتِهِمْ لَصَارَتْ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ مِنْ اَهَمِّ الْاُمُوْرِ وَاٰكَدِهَا فَكَيْفَ بِهَا وَهِيَ مُذَكِّرَةٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى! الحاوی للفتاویٰ ص ۵ جزء ثانی (اگر تسبیح لے کر ذکر کرنے میں ان مشائخ کی موافقت، ان کی لڑی میں داخل ہونے اور ان سے برکت حاصل کرنے کے علاوہ کوئی اور فائدہ نہ ہو تو بھی اس بنا پر یہ چیز اہم ہے خاص کر

جبکہ یہ یاد خدا کا ذریعہ بن رہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صوفیاء تسبیح کو حَبْلُ الْوَصْلِ یعنی اللہ تعالیٰ سے ملانے والی رسی (ذریعہ) اور رَابِطَۃُ الْقُلُوْبِ (دلوں کو خدا سے ملانے والی) کے ناموں سے یاد کرتے تھے۔

سیدالسادات حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو بالواسطہ جو تسبیح حضرت شیخ ابو الوفا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملی تھی' عارف باللہ حضرت عمر البراز رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق جب آپ وہ تسبیح زمین پر رکھتے تھے تو اس کے منکے ایک ایک ہو کر پھرتے رہتے تھے۔

گو ان حوالہ جات سے صراحتہ" موٹے منکوں والی تسبیح کا استعمال ثابت نہیں ہوتا لیکن اتنا ضرور واضح ہوجاتا ہے کہ یہ حضرات ماسلف بھی ذکر خدا کے لئے تسبیحات کے استعمال کو معین ومدد گار سمجھتے اور استعمال کرتے تھے۔

صراحتہ" موٹے منکوں والی تسبیح بھی ہمارے مشائخ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے علاوہ بعض دیگر مشہور کاملین اولیاء اللہ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت پیرسید محمد بقاشاہ راشدی (عرف پٹ دھنی) پاگارہ قدس سرہ العزیز کے حالات زندگی میں ہے کہ وہ منکوں والی تسبیح سے ذکر کر رہے تھے کہ قریب سے گزرنے والے ڈاکوؤں نے (مشہور یہ ہے کہ رات کا وقت تھا آپ خانقاہ سے فاصلہ پر جوار کے کھیت میں مراقبہ کررہے تھے) تسبیح کی کھٹ کھٹ کو نقدی گننے کی آواز سمجھ کر چوٹیں لگائیں' لیکن بعد میں حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھ کر بڑے شرمسار ہوئے اور کاندھوں پر اٹھا کر خانقاہ تک لے آئے' اور آپ نے اپنے فرزندان گرامی کو بلا کر فرمایا کہ گو انہوں نے مجھے زخمی کردیا ہے لیکن میں نے ان کو معاف کردیا ہے تم لوگ بھی معاف کرنا۔

(تاریخ پاگاران مؤلفہ ماسٹر رحمتہ اللہ صاحب)

حضور شمس العارفین امام الاولیاء مرشدی حضرت الحاج اللہ بخش اللہ آبادی نوّر اللہ مرقدہ نے مورخہ ۵ صفرالمظفر ۱۴۰۳ھ بعد نماز ظہر مذکورہ واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا! وہ تسبیح جو حضرت پیر صاحب پاگارہ پٹ دھنی رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کا باعث بنی آج تک پاگارہ خاندان کے خاندانی تبرکات میں محفوظ و موجود ہے نیز فرمایا کہ یہ بزرگ نقشبندی تھے۔

حضرت قبلہ پیر مٹھا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس موٹے منکوں والی تسبیح ہوا کرتی تھی جو کہ اب تک درگاہ شریف کے تبرکات میں موجود ہے' میں نے خود اس کی زیارت کی ہے (ملفوظات از بیاض مولانا جان محمد صاحب مدظلہ)

نیز سندھ کے مشہور صوفی بزرگ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے متعلق مولانا مولوی عبدلحی صاحب نے لکھا ہے کہ ان کے پاس بڑے منکوں والی تسبیح ہوتی تھی اور یہ بزرگ ذکر کا مراقبہ کرتے تھے ان کا انتقال بھی مراقبہ کی حالت میں ہوا۔ بھٹ دھنی ص ۵۹ ص ۶۲ مؤلفہ مولانا عبدالحی صاحب شکارپوری۔

سنۃ اور بدعۃ ارشادات رسول کی روشنی میں:۔

جس جدید ایجاد سے دینی فائدہ ہی مقصود و مطلوب ہو' ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے فقط جائز ہی نہیں باعث اجروثواب بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا (مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ

المصابیح ص ۲۱۶ جلد اول

(جس نے نیک طریقہ کو اسلام میں رواج دیا اس کو اس (طریقہ پر عمل کرنے) کا اجر ملے گا' اور ان کا اجر بھی ملے گا جو اس پر عمل کریں گے) ایک اور روایت میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں۔ کہ مَنْ عَمِلَ بِهَامِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِ هِمْ شَیْءٌ (کہ جو اس کے بعد اس پر عمل کرے گا ان کے برابر (رواج دینے والے) اس کو بھی ثواب ملے گا لیکن ان عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کمی نہیں ہوگی) بالفاظ دیگر ایسی نئی ایجاد جس پر عمل کر کے دوسرے بھی دینی فائدہ حاصل کریں وہ صدقہ جاریہ بن جاتا ہے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن اسلامی احکام میں تغیر احوال کے باعث ردو بدل کیا انکی تعداد ایک سو سے زائد ہے' ان حالات و واقعات واقدامات سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اسلام نے حالات زمانہ کی ہمیشہ رعایت کی ہے نیز قرآن مجید کے نزول میں تدریج اور بعض احکام کی تنسیخ اس کا بیّن ثبوت ہے (پروفیسر محمد رفیق ماہنامہ منہاج القرآن لاہور فروری ۱۹۹۴ ص ۱۹) یہاں پر ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ آپ بعض جدید ایجادات کو جائز ہی نہیں باعث اجر وثواب سمجھتے ہیں جبکہ حدیث شریف میں كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ فرما کر ہر بدعہ کو گمراہی فرمایا گیا ہے اس کے جواب میں بھی محدث کبیر حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی تحقیق قابل ذکر ہے' اسی حدیث شریف كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا كُلُّ بِدْعَةٍ سَيِّئَةٍ ضَلَالَةٌ ہر نئی بری چیز (جو دین میں نقصان کا باعث بنے) گمراہی ہے اس کے بعد محدث علیہ الرحمۃ نے مذکورہ حدیث مَنْ سَنَّ فِي

اَلْاِسْلَامِ اِلٰی اٰخِرِہٖ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ابوبکرو حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے قرآن مجید جمع کیا' حضرت زید رضی اللہ عنہ' نے مصحف میں اس کو تحریر کیا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس کی تجدید ہوئی (کہ مختلف نسخے بیرونی علاقوں میں ارسال کئے گئے۔)

شیخ عزبن عبدالسلام نے کتاب القواعد کے آخر میں لکھا ہے کہ بدعۃ کے بعض اقسام واجب ہیں مثلاً" علم نحو اس لئے سیکھنا کہ کلام اللہ اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح معنوں میں سمجھ سکوں اسی طرح جرح وتعدیل کے لئے علم کلام اور اصول فقہ کی تدوین اور بعض بدعتیں حرام ہیں مثلاً" قدریہ' جبریہ' مرجئہ اور مجسمیہ کا مذہب جبکہ ان (گمراہ) فرقوں کا رد کرنا بدعۃ واجبہ ہے اس لئے کہ ان بدعتوں سے شریعت مطہرہ کی حفاظت کرنا فرض کفایہ ہے' ایک اور قسم بدعۃ مندوبہ (مستحبہ و بہتر ہے) جس طرح خانقاہیں اور مدارس قائم کرنا یا اسی طرح کی ایسی بہتر چیزیں جو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں نہ تھیں جماعت نماز تراویح اور صوفیاء کرام کے ایجاد کردہ دقیق مسائل میں کلام کرنا بھی اسی زمرہ میں آجاتا ہے (جن کا نیک ارادہ سے بعد میں اضافہ کیا گیا) مرقات المفاتیح ص۲۱۶ جلد اول

ماضی قریب کے محدث کبیر علامہ انور شاہ صاحب کشمیری نے بھی بدعۃ کے متعلق مختصر مگر جامع اور عمدہ تحقیق ذکر کی ہے فرمایا! وَاعْلَمْ اَنَّ الْبِدْعَةَ مَالَا يَكُوْنُ اَصْلُهٗ فِي الْاُصُوْلِ الْاَرْبَعَةِ وَيَزْعَمُ النَّاظِرُ اَنَّهٗ مِنْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ فَعُلِمَ اَنَّ رُسُوْمَ النِّكَاحِ لَيْسَتْ بِبِدْعَةٍ وَاِنْ كَانَتْ لَغْوًا فَاِنَّ النَّاظِرَ لَا يَزْعَمُهَا مِنْ اُمُوْرِ الشَّرِيْعَةِ بِخِلَافِ

رُسُوْمِ الْمَاتَمِ فَاِنَّ النَّاظِرَ یَزْعَمُهَا مِنْ اُمُوْرِ الشَّرْعِ۔ العرف الشذی علی الجامع للترمذی ص ۱۰۲ جلد رابع

(بدعۃ وہ ہے جس کی اصل اصول اربعہ (قرآن' سنۃ' اجماع امتہ اور قیاس) میں موجود نہ ہو اور اسے دین کے امور میں سے سمجھ کر اختیار کیا جائے' لہذا نکاح کی رسمیں بدعۃ نہیں کہلائیں گی اس لئے کہ ان کو لوگ شریعت کے امور میں سے نہیں سمجھتے اگرچہ یہ چیزیں لغو و فضول ضرور ہیں۔ بخلاف ماتم کی رسموں کے کہ لوگ ان کو شریعت کے امور سمجھتے ہیں) اس مقام پر ایک اور اہم اعتراض پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بدعۃ کی تقسیم (حسنہ اور بدعۃ سیئۃ) کو ناپسند کرتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ ہر بدعۃ سیئہ ہے' مجھے بدعۃ کی کسی قسم میں نورانیت نظر نہیں آتی ص ۸۳ مکتوب ۱۸۶ دفتر اول حصہ سوم یہی نہیں دسیوں مقامات پر آپ نے بڑی شدومد کے ساتھ بدعۃ کی مذمت کی ہے۔

اس کے جواب میں اسی مکتوب شریف کے حاشیہ دوم میں سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں؛ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے بڑی شدت سے بدعۃ کی تردید کی ہے' اور آپ کو یہ حق پہنچتا ہے یہ حقیقت ہے کہ اگر آپ اس قدر بدعۃ کی مذمت نہ فرماتے تو ہندوستان اور ماوراء النہر کے علاقے بدعۃ میں گھرے رہتے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ آپکا یہ نظریہ علماء ماسلف کے نظریات کے خلاف نہیں جنہوں نے حسنہ اور سیئہ بدعۃ کے دواقسام ذکر کئے ہیں اس لئے کہ بدعۃ حسنہ سے ان کا مقصد ایسی چیزیں ہیں جنکی اصل (بنیاد)

صدر اولی یعنی زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ملتی ہے' خواہ وہ اشارۃ" ہی ثابت ہو' جس طرح (مسجدوں کے) مینار' مدارس اور مسافر خانوں کا قیام 'کتابوں کی تدوین دلائل کی ترتیب وغیرہ' اور سیئہ وہ چیزیں ہیں جنکی اصل مذکورہ زمانوں میں نہ ملے' قسم اول جس کی اصل صدر اول میں ملتی ہے اسے حضرت امام ربانی قدس سرہ بدعۃ نہیں کہتے' نہ ہی اس کے مرتکب کو بدعتی کہتے ہیں آپ صرف دوسری قسم (جس کی اصل صدر اول میں نہ ملے) پر بدعۃ کا اطلاق کرتے ہیں' اس لئے کہ وہ حقیقۃ بدعتی اور اپنی طرف سے نئی بات بنانیوالا ہے یہی لوگ حدیث کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے مصداق ہیں۔

غرض یہ کہ علماء ماسلف اور آپ کے مابین اختلاف لفظی ہے کہ وہ اس (قسم اول کو) بدعۃ کہتے ہیں اور آپ نہیں کہتے۔ چنانچہ سیدی شیخ محمد مظہر قدس سرہ نے مقامات سعیدیہ میں ارشاد فرمایا! وَكَانَ وَالِدِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ الْبِدْعَةُ الْحَسَنَةُ عِنْدَ الْاِمَامِ الرَّبَّانِیِّ قُدِّسَ سِرُّهٗ دَاخِلَةٌ فِی السُّنَّةِ وَلَا يُطْلَقُ عَلَيْهَا اِسْمُ الْبِدْعَةِ بِمُوْجِبِ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ یعنی میرے والد گرامی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ بدعۃ حسنہ کو سنۃ کے زمرہ میں داخل کرتے ہیں كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے زمرہ میں داخل کرکے بدعۃ نہیں کہتے۔ چنانچہ رسالہ رابطہ میں اس کی مزید وضاحت کی گئی ہے' اس کے حاشیہ میں کلمہ "لفظی" کے تحت لکھا ہے کہ كُلُّ بِدْعَةٍ لَمْ تُخَالِفِ السُّنَّةَ وَهِیَ الْبِدْعَةُ الْحَسَنَةُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ دَاخِلَةٌ عِنْدَ الْاِمَامِ الرَّبَّانِیِّ قُدِّسَ سِرُّهٗ فِی السُّنَّةِ

یعنی ہر ایسی نئی چیز جو سنت کے خلاف نہ ہو دوسرے علماء کے نزدیک بدعتہ حسنہ میں داخل ہے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک سنت میں داخل ہے حاشیہ نمبر ۲ ص ۸۳ مکتوب نمبر ۱۸۶ دفتر اول حصہ سوم از مکتوبات حضرت امام ربانی قدس سرہ

اسی موضوع پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عارف باللہ سید عبدالغنی نابلیسی قدس القدسی حدیقیہ ندیہ میں فرماتے ہیں۔ بسمون بفعلهم السنة الحسنة وان كانت من بمعة اهل البدعته لان النبی ﷺ قال من سن سنته حسنة المبتدع للحسن مستنا فادخله النبی ﷺ سنة' لظانه ﷺ

ظاہر یہ ہے کہ سنت حسنہ یا سنت سیئہ ہر دونوں پر جزاء (ثواب اور گناہ) مترتب ہوگا اس شخص کے لئے جس نے ان کی ابتداء کی۔

یعنی نیک بات اگرچہ بدعت ونو پیدا ہو اس کا کرنیوالا سنی ہی کہلائیگا نہ بدعتی اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے نیک بات پیدا کرنیوالے کو سنت نکالنے والا فرمایا تو ہر اچھی بدعت کو سنت میں داخل فرمایا اور اسی ارشاد اقدس میں قیامت تک نئی نئی نیک باتیں پیدا کرنے کی اجازت فرمائی اور یہ کہ جو ایسی نئی بات نکالے گا ثواب پائے گا اور قیامت تک جتنے اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اسے ملے گا' تو اچھی بدعت سنت ہی ہے ص 113' 114 فتاویٰ افریقہ

حضرت عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تو بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی بجائے سنت حسنہ اور سنت سیئہ کے الفاظ استعمال فرمائے: والظاهر ان السنته الحسنته والسنته السيئه يترتب عليهما الجزاء لمن ابتداء بهما ص 147 الحديقه النديته شرح الطريقته المحمديه

الغرض مذکورہ طریقہ پر مراقبہ یا اس قسم کی نئی ایجادات سنت حسنہ ہیں'

اگر ان کو بدعۃ کہا جائے گا تو محض لغوی اعتبار سے کہ یہ چیزیں نئی ہیں قرون اولی میں ان کا رواج نہ تھا امور طریقت میں اس قسم کے تصرف کا صوفیاء کرام کو حق پہنچتا ہے' بالفاظِ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (جو کہ آپ نے انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں تحریر فرمایا) بالفرض کچھ نہ سہی تواقل درجہ اس فعل کو اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمولی ایسی جگہ پر ثبوت حدیث کی کیا ضرورت؟ صیغۂ اعمال میں تصرف واستخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل اولیاء کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں۔ کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا' کتب ائمہ وعلماء مشائخ واساتذہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں انہیں کیوں نہیں بدعۃ وممنوع کہتے...... ذرا شاہ ولی اللہ کے القول الجمیل کو دیکھو اور ان کے والد ومشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال کا تماشا کرو' درد سر کے لئے تختہ بچھانا' کیل سے ابجد ہوز لکھنا' چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا' پھونک پھونک کر گرہیں لگانا' اسمائے اصحاب کھف سے استعانت کرنا۔ انہیں آگ لوٹ' چوری سے امان سمجھنا' دیواروں پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا' دفع جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا' عقیمہ کے لئے گلاب و زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا' اسقاط حمل کو کسم کا رنگا گنڈا لکانا عورت کے قد سے ناپنا' گن کر گرہیں لگانا' درد زہ کو قرآنی آیات لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا' فرزند نرینہ کے لئے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران' بخیال' بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لیتان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا(اور بھی کافی تفصیل کے بعد فرمایا) اس کے

سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کونسی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے' قرون ثلاثہ میں کب تھیں؟ اور جب کچھ نہیں تو بدعۃ کیوں نہیں ٹھہریں؟ شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند واساتذہ ومشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے؟ فتاویٰ رضویہ ص ۵۰۲ و ص ۵۰۳ جلد دوم

بدعت کے موضوع پر جشن میلاد النبی ﷺ مولفہ پروفیسر محمد طاہر القادری 166 تا ص 80 قابل مطالعہ۔

بدعۃ کی دو قسمیں ہیں

(ا) بدعۃ لغوی (۲) بدعۃ شرعی

بِدْعَۃٌ لُغْوِی: هُوَمَافُعِلَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَبَقَ یعنی ایسا کام کرنا جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ' نے باجماعت تراویح پڑھنے کے متعلق فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَۃِ هٰذِهٖ (یہ ایک اچھی ایجاد ہے)

بدعۃ شرعی:۔

ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس کے واجب یا سنت قرار دیئے جانے کے لئے کوئی شرعی دلیل نہ ہو پھر بھی اس کو کوئی واجب یا سنت کہے' حدیث شریف کے الفاظ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ سے شرعی بدعۃ مراد ہے اور جن حضرات نے بدعۃ کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کیا ہے اس سے بدعۃ لغوی مراد ہے الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۸۱ بدعۃ لغوی کے حسنہ وسیئہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعض نئی ایجادات اچھی اور مفید ہیں اور بعض ایجادات بری ہیں' جبکہ شرعی بدعۃ ہر حال میں بری ہے' حضرت امام ربانی قدس سرہ' نے جس شدومد کے ساتھ بدعۃ کی مذمت کی ہے اس بھی شرعی بدعۃ مراد لینا قرین قیاس ہے'

چونکہ مذکورہ بالا کیفیت کے حلقہ ذکر کو صوفیاء نہ فرض کہتے ہیں نہ واجب اس لئے ایسے حلقہ ذکر کو شرعی بدعتہ کہنا شریعت وطریقت سے لاعلمی یا تعصب کی بنا پر ہے

قاعدہ کلیہ

جمہور علماء وفقہاء متقدمین ومتأخرین کے یہاں یہ مسلمہ قاعدہ کلیہ ہے کہ تمام امور واشیاء میں اصل (اباحہ (جائز ہونا ہے) ناجائز اور حرام قرار دیئے جانے کے لئے ہی دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے' چنانچہ تفسیرات احمدیہ میں آیہ مبارکہ خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (تمہارے لئے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے) کے تحت اصول تفسیر' اصول حدیث اور اصول فقہ کے ماہر حضرت ملا احمد علیہ الرحمہ نے لکھا ہے فَفِي الْاٰيَةِ دَلِيْلٌ عَلٰى كَوْنِ الْاِبَاحَةِ اَصْلًا فِي الْاَشْيَاءِ صَرَّحَ بِهٖ صَاحِبُ الْكَشَّافِ وَقَدْ صَرَّحَ بِهٖ صَاحِبُ الْمَدَارِكِ یعنی تمام اشیاء میں اصل اباحہ (جائز) ہونے کے لئے یہ آیت دلیل ہے' صاحب تفسیر کشاف اور صاحب تفسیر مدارک نے اس کی تصریح کی ہے وَقَالَ الْعَلَّامَةُ الْفَهَّامَةُ الشَّامِيُّ اَقُوْلُ وَصَرَّحَ فِي التَّحْرِيْرِ بِاَنَّ الْمُخْتَارَ اَنَّ الْاَصْلَ الْاِبَاحَةُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَ الشَّافِعِيَّةِ فَجَعَلَ الْاِبَاحَةَ اَصْلًا وَالْحُرْمَةَ بِعَارِضِ النَّهْيِ

یعنی حضرت علامہ شامی علیہ الرحمہ نے فرمایاہے کہ جمہور علماء حنفی ہوں خواہ شافعی انکا مختار مذہب یہ ہے کہ اصل اباحہ (جائز ہونا) ہے' جبکہ حرمتہ

(کسی چیز کو حرام قرار دینے کے) کے لئے منع کے ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔

یعنی کسی چیز یا کسی کام کو حلال و جائز کہنے کے لئے دلیل کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی' البتہ اگر کسی دلیل سے اس کی حرمتہ ثابت ہوجائے تو اس کو ترک کرنا لازم و واجب ہوجاتا ہے۔

چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے۔ اِنَّ جَمِیْعَ الْاَشْیَاءِ عَلَی الْاِبَاحَۃِ حَتّٰی یَثْبُتَ الْمَنْعُ مِنْ قِبَلِ الشَّارِعِ
یعنی تمام چیزیں جائز و مباح ہیں جب تک کسی چیز کے لئے شارع علیہ السلام سے منع ثابت نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ جس بات سے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا وہ جائز و مباح ہے۔ اسے ناجائز و بدعۃ کہنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ حرام ' ناجائز یا بدعۃ صرف وہی چیزیں اور وہی کام کہلائیں گے جن کے لئے شریعت مطہرہ نے صراحتہً وضاحت کی ہے۔

اس اہم مسئلہ کی وضاحت ایک عام فہم مثال سے ہوتی ہے۔ مثلاً" ملک بھر میں ہزاروں سڑکیں موجود ہیں ان میں سے انتہائی قلیل شاہراہوں پر یہ عبارت تحریر ہوتی ہے۔ "یہ شاہراہ عام نہیں ہے۔ متعلقہ محکمہ کے علاوہ دوسروں کا داخلہ ممنوع ہے۔" وغیرہ۔ جبکہ دوسری شاہراہوں پر کوئی ایسا بورڈ نہیں ہوتا' اور ایسے بورڈ کا نہ ہونا ہی اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ یہاں آمدورفت کی عام اجازت ہے اسی طرح دین اسلام میں بھی جو باتیں ممنوع یا ناجائز ہیں ان کا اظہار فرما دیا گیا ہے۔ شریعت میں کسی چیز کے لئے ممانعت کا وارد نہ ہونا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ جائز و مباح ہے۔ (مفید الواعظین)

مشہور محدث حضرت علامہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا۔

(اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کئی چیزیں فرض کی ہیں ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ حرام کیں ان سے آگے نہ گزرو' اور حدیں مقرر کیں سوان سے تجاوز نہ کرو اور بعض چیزوں سے خاموشی اختیار کی جان بوجھ کر سو ان میں بحث نہ کرو) کے تحت تحریر فرمایا: فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا اَیْ لَا تُفَتِّشُوْا عَنْ تِلْكَ الْاَشْيَاءِ دَلَّ عَلٰی اَنَّ الْاَصْلَ فِی الْاَشْيَاءِ الْاِبَاحَةُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔

ص ۲۶۳ مرقات المفاتیح

(ان کے متعلق بحث نہ کرو یعنی ان چیزوں کی تفتیش نہ کرو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام اشیاء میں اصل جواز واباحت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ (اللہ) وہ ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے۔

تجدید کی حکمت:

رہی یہ بات کہ طریقہ بیعت' حلقہ ذکر ومراقبہ' اسی طرح کلی اور جزئیات میں مشائخ کرام کے ظاہری تغیر وتبدیل کو دیکھ کر بعض لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں مثلاً" یہ کہ ماسلف مشائخ نقشبند علیہم الرحمۃ تو اس طرح ذکر کی تلقین نہیں کیا کرتے تھے' یا ان کے یہاں موجودہ طریقہ پر مراقبہ نہیں ہوتا تھا' اسی طرح دوسرے سلاسل کے مشائخ پر بھی بلادلیل اعتراض کرتے ہیں،اس

سلسلہ میں مشہور محقق قطب ربانی شیخ عبدالوھاب شعرانی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کا حوالہ قابل ذکر ہے' الانوار القدسیۃ فی آداب العبودیۃ ص ۱۵۳ جلد اول میں فرماتے ہیں

وَاعْلَمْ اَنَّ الْعَارِفِيْنَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْحَقَّ فِي التَّغْيِيْرِ وَالتَّحْوِيْلِ لَيْلاً وَنَهَارًا لِتَجَدُّدِ الشُّؤُوْنِ الَّتِيْ يُظْهِرُهَا الْحَقُّ تَعَالٰى كُلَّ يَوْمٍ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ ۲۹ (الرحمٰن) فَلِذَالِكَ نَهَوُ السَّالِكَ اَنْ يَسْلُكَ مِنَ الْكُتُبِ لِاَنَّ لِكُلِّ زَمَانٍ دُوْلَةً وَّرِجَالاً وَكَلَامُ الْبَشَرِ لِبَعْضِهِمْ اِنَّمَا هُوَ بِحَسْبِ قَابِلِيَّتِهِمْ فِيْ ذَالِكَ الْاٰنِ فَاَيُّ فَائِدَةٍ لِلتِّلْمِيْذِ الْاٰنَ بِذِكْرِ مَاكَانَ الْجُنَيْدُ اَوْ اَبُوْيَزِيْدَ اَوْمَعْرُوْفٌ اَوْ غَيْرُهُمْ يَقُوْلُوْنَ لِتِلَامِذَتِهِمْ لِاَنَّ الْاَمْرَاضَ تَتَجَدَّدُ فِي الْقُلُوْبِ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ فَكُلُّ زَمَانٍ لِاَهْلِهٖ اَمْرَاضٌ غَيْرُ اَمْرَاضِ اَهْلِ الْقَرْنِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ الانوار القدسیۃ فی آداب العبودیۃ ص ۱۵۳ جلداول

یعنی صاحب معرفتِ خداوندی ہی یہ حقیقت جانتے ہیں کہ رات ہو خواہ دن تغیر و تبدیل ہی میں فائدہ ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جو حالات روزانہ ظاہر فرماتا رہتا ہے وہ بدلتے رہتے ہیں' چنانچہ خود ارشاد فرمایا كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (۲۹) الرحمان' یعنی وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام اور حال میں ہوتا ہے (تغیر و تبدیل کرتا رہتا ہے) اسی لئے تو راہِ حق کے سالکوں کو کتابوں کی رہبری میں چلنے سے منع کرتے ہیں

یہ اس لئے ہے کہ زمانہ گردش میں رہتا ہے اور کامل مردان خدا بھی آتے رہتے ہیں اور ایک انسان کا کلام دوسرے کے ساتھ اس کی لیاقت کے مطابق ہوتا ہے لہٰذا آج کے (طریقت کے) طالب علم کو یہ بتانا کہ حضرت بایزید بسطامی، حضرت جنید بغدادی اور حضرت معروف علیہم الرحمۃ اپنے مریدین کو یہ کہا کرتے تھے' اس سے کیا فائدہ؟ اس لئے کہ ہر زمانہ میں قلبی بیماریاں بدلتی رہتی ہیں' ایک زمانہ میں جو بیماری ہوتی ہے (بعض اوقات) وہ اس سے پہلے کے زمانہ میں نہیں ہوتی۔

یہی نہیں بلکہ ایک زمانہ میں موجود تمام افراد کے باطنی اور قلبی حالات ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ولی کامل کا یہ کام ہوتا ہے کہ ہر ایک کے مزاج کے مطابق اس کی تربیت فرماتا ہے۔

باطنی امراض وعلاج ہی نہیں' ظاہری جسمانی امراض کو لیجئے آج ۱۴۱۰ھ میں کئی ایسے جدید امراض عالم گیر شکل اختیار کرچکے ہیں کہ ۵۔۶ سال قبل ان کے نام سے بھی کوئی آشنا نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ ان امراض کے لئے علاج بھی آج کے معالجین ہی تجویز کرینگے موجودہ ریسرچ لیبارٹریوں میں یہی کچھ ہوتا ہے' اسی طرح نقل و حمل، مواصلات اور ذرائع ابلاغ نت نئے ایجاد ہو رہے ہیں اور ان کے لئے کوئی یہ نہیں کہتا کہ ان سے استفادہ نہ کرو' اونٹ گھوڑے کی سواری اور جڑی بوٹیوں کے علاج پر اکتفا کرو' تو شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے طریقت وتصوف کی کسی ایجاد پر کیوں اعتراض کیا جارہا ہے جسے اس فن کے معالج صوفیاء کرام نے اپنی برسوں کی تحقیق سے مفید پایا اور برسوں آزمایا

مذکورہ کتاب کے ص ۱۰۱ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل

وکردار کی روشنی میں فرمایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سائل کی مناسبت سے جوابات عنایت فرماتے تھے یہ نہیں کہ جو کلام ایک ٹھیٹھ دیہاتی سے کرتے ہوں وہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سے بھی فرمائیں یہ درست نہیں کہ تمام افراد امت سے ہر ایک بات ایک جیسی کی جائے اور یہ حقیقت عقل وفہم کے عین مطابق ہے، چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

اُمِرْتُ اَنْ اُخَاطِبَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ۔ کہ مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کی عقلوں کے مطابق کلام کروں۔ الانوار القدسیہ

لہٰذا دور حاضر میں دین اسلام کے احکام سے اہل اسلام کی دوری غفلت، تکاسلی اور اس کے موجودہ اسباب، موجودہ دور کے اہل اللہ ہی جانتے ہیں۔ لہٰذا ان سے بچنے کے لئے مناسب طریقہ کار اور اوراد ووظائف، تلقین ذکر وشغل بھی وہی زیادہ مناسب ہوگا جو دورِ حاضر کے کامل اہل اللہ تجویز کریں گے۔ اور یہی طریقہ ابتداء سے آج تک جاری وساری ہے۔ گو اصل الاصول میں کسی قسم کا تغیر نہ کبھی ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ البتہ جزئیات، فروعات اور اصلاح کے طریقوں میں ردوبدل ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ بعض مشائخ طریقہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرا ہم العلیہ نے صرف قلبی ذکر کی تلقین کی اور بعض نے اس کے ساتھ اور اوراد کی بھی تلقین کی، بلکہ آج بھی سالک کو ابتداءً صرف قلبی ذکر کی تلقین فرماتے ہیں اور بعد میں بتدریج نفی و اثبات، تہلیل لسانی وغیرہ کی بھی تلقین فرماتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ایک ہی سلسلہ کے مشائخ کے یہاں مخصوص ختم شریف کے لئے الفاظ و آیات جدا جدا منتخب کئے گئے۔ مثلاً" بانی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ کے ختم شریف کے الفاظ ہیں

يَاخَفِيَّ اللُّطْفِ اَدْرِكْنِيْ بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ..... حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کے ختم شریف کے الفاظ ہیں لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ جبکہ آپ کے خلف صالح صاحبزادہ حضرت محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے ختم شریف کے الفاظ ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ (۸۷) انبیا) سیدی حضرت پیر فضل علی قریشی رحمتہ اللہ علیہ کے ختم شریف کے الفاظ ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔(۴) الجمعۃ۔ مرشدنا حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمت پوری علیہ الرحمۃ والغفران کے ختم شریف کے الفاظ ہیں وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (۸۲) طہ۔ اسی طرح حضور شمس العارفین امام الاولیاء خواجہ خواجگان قبلہ الحاج اللہ بخش عباسی اللہ آبادی نوّر اللہ مرقدہ' کے ختم شریف کے الفاظ ہیں۔ اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۵۶) اعراف۔ گو ان حضرات (نیز بعض وہ جن کے ختم شریف ذکر نہیں کئے گئے) کے ختمات شریفہ قرآنی آیات پر مشتمل ہیں لیکن تمام حضرات نے ایک ہی آیت کو اختیار نہیں کیا بلکہ اسماء مبارکہ اور دیگر مناسبتوں سے جداگانہ آیات کا انتخاب کیا ہے۔

ختم خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارھم

سورہ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار' درود شریف ایک سو ایک بار' سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ مع بسم اللہ اناسی بار' سورہ اخلاص (قُلْ هُوَاللّٰهُ) مع بسم اللہ ایک ہزار بار' سورہ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار' درود شریف ایک سو ایک بار' یَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ

ایک سو ایک بار' یَاکَافِیَ الْمُھِمَّاتِ ایک سو ایک بار' یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ ایک سو ایک بار' یَا حَلَّ الْمُشْکِلَاتِ ایک سو ایک بار' یَادَافِعَ الْبَلِیَّاتِ ایک سو ایک بار' یَارَافِعَ الدَّرَجَاتِ ایک سو ایک بار' یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ ایک سو ایک بار' یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ایک سو ایک بار پڑھ کر اس کا ثواب سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی' اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی اور حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی اور حضرت خواجہ عارف ریوگری اور حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی اور حضرت خواجہ بابا سماسی اور حضرت خواجہ سید امیر کلال اور حضرت پیران پیر خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری اور حضرت خواجہ ابو منصور ماتریدی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی ارواح پاک کو بخش دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اپنے مقصد کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

نوٹ: قضائے حاجات و حل مشکلات کے لئے مذکورہ طریقہ پر ختم خواجگان پڑھنا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مروج ہے اور از حد مفید ثابت ہوا ہے' ذاتی مشکلات درپیش ہوں' یا ملکی ہر موقعہ پر چند نیک فراد مل کر مذکورہ طریقہ پر ختم شریف پڑھیں ان شاء اللہ از حد مفید پائیں گے۔ جماعت غفاریہ بخشیہ طاہریہ سے گزارش ہے ذکر کا حلقہ مراقبہ فقراء اہل ذکر کے لئے لازمی ذمہ داری ہے جس بستی میں چند فقراء ہوں مل کر مراقبہ کریں، موٹے منکوں والی تسبیح استعمال کریں' تلاوت قرآن کے وقت تسبیح استعمال نہ کریں' نعت' منقبت کے وقت تسبیح بجائیں اور اس کی ٹھک ٹھک کو دل کی آواز تصور کریں کہ میرا دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے' مراقبہ میں اپنے شیخ کامل کی طرف متوجہ ہو کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں' مراقبہ بلا ناغہ صبح و شام کم از کم ایک مرتبہ روزانہ کریں' اگر اور ساتھی نہ ہوں تو تن

تنہا یا اہل خانہ سے مل کر مراقبہ کریں۔

مخصوص ختم شریف

جملہ اہل ذکر فقراء جہاں کہیں حلقہ ذکر و مراقبہ کا اہتمام کرتے ہیں حلقہ ذکر شروع کرنے سے قبل ۱۰۰ مرتبہ درود شریف ۵۰۰ مرتبہ آیت اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۱۰۰ مرتبہ درد شریف ایک مرتبہ سورہ فاتحہ ۱۱ مرتبہ سورہ قریش ۱۱ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر جملہ مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نور اللہ مرقدھم بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، جملہ صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور حضور شمس العارفین سراج السالکین حضرت الحاج اللہ بخش سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے لئے ایصال ثواب کریں۔ اور ان حضرات کے وسیلہ سے اپنے لئے فیوض و برکات کے حصول اور شریعت و طریقت پر استقامت و حل مشکلات کے لئے دعا کریں۔

رابطہ و تصور شیخ
اسیر گوالیار، ہند کے تاجدار، حق کی
للکار، صداقت کے علمبردار
کیا اظہار حق سر دربار
حضرت امام ربانی
مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
کا ارشاد
وصولِ اِلَی اللہ کے طریقوں میں رابطہ شیخ
سے بڑھ کر کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے۔
سعادت مند سالک کو ہی یہ دولت میسر آتی ہے
مکتوب نمبر ۱۸۷ دفتر اوّل حصہ سوم

رابطہ و تصورِ شیخ

یار رفت از چشم لیکن روز و شب در خاطر است
گربصورت غائب است اما بمعنی حاضر است

سالکِ طریقت کو چاہئے کہ اپنے مرشدِ کامل متّبعِ قرآن و سنت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اور ہمیشہ حضورِ حق تعالیٰ کا طالب رہے اور قربِ خداوندی کے حصول اور مقامِ مشاہدہ پر فائز ہونے کے لئے پیرِ طریقت کی صحبت اور محبت کو ضروری سمجھے، سالک کو جس قدر اپنے پیر سے زیادہ محبت ہو گی اسی قدر اسے قربِ خداوندی زیادہ نصیب ہو گا۔ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ الحدیث (اولیاء اللہ وہ ہیں جن کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے) اس پر قوی دلیل ہے یہ اس لئے ضروری ہے کہ اولیاء اللہ کے تمام افعال و اعمال اور اقوال ' احکامِ الٰہی کے عین مطابق ہوتے ہیں جس کی بدولت ان کو قرب و معیتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا جو ان سے محبت رکھے گا اور ان کے اخلاق و اطوار اپنائے گا۔ وہ بھی ان کی طرح قرب الٰہی کے مراتب پر فائز ہو گا۔

اور یہ حقیقت بھی ناقابلِ انکار ہے کہ بقدر محبت ہی کسی کے طریقہ کو اپنایا جاتا ہے۔ اسی بنا پر صوفیاء کرام نے سالک کے لئے مرشدِ کامل کی محبت کو لازمی اور ضروری قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر شیخ موجود ہو تو اس کے دونوں ابرو کے درمیان نظر رکھے کسی دوسری طرف توجہ نہ کرے اور اگر غائب ہو تو اس کی صورت کو پیش نظر تصور کرے۔ ایسا تصور پختہ ہونے کے

بعد ہر معاملہ میں سالک اس طریقہ کو اختیار کرے گا جو پیر کے مذاق و مزاج کے موافق ہو گا۔

بقول حضرت شیخ عبدالرحیم والد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہما اول تجلی ذات وصفات پیدا کرو تاکہ دونوں جہان سے نجات پاؤ اگر یہ نہ ہو سکے تو ان شخصوں سے رابطہ پیدا کرو جو شہودِ ذات سے واصل ہو کر ماسواءِ حق سے نجات پا گئے ہیں۔ ایسے شخصوں کی توجہ سے جلدی مقصود حاصل ہوتا ہے جو سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے نہیں ہوتا۔ ہدایۃ الانسان ص ۲۷ بحوالہ ارشاد رحیمیہ

الغرض وصول و قرب الٰہی کے حصول کے لئے ——————— نیز نفسانی و شیطانی وساوس و خطرات سے نجات اور اخلاق حمیدہ کے حاصل کرنے کے لئے صوفیا کرام کا رابطہ و تصور شیخ کا معمول' مفید و مجرب روحانی نسخہ ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی شرعی قباحت لازم نہیں آتی گو مشہور محدثین' مفسرین اور مستند علماء ربانیین کے قول و عمل سے نہ فقط یہ کہ رابطہ و تصور شیخ کے عمل کی تائید ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی اہمیت و ضرورت مفہوم ہوتی ہے تاہم معترضین پر حجت اور راہِ طریقت کے طالبین و سالکین کی قلبی تسکین و تشفی کے لئے کتاب و سنت' فتاویٰ اور مستند علماء و مشائخ کے چند اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا پ۲۶ س محمد ع ۳ (تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ن کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں)

طریقِ استدلال:۔

اس آیہ کریمہ میں مطلقاً قرآن مجید میں غوروفکر کرنے کا حکم ہے۔ تلاوت حالتِ نماز میں ہو یا بیرون نماز' بہرصورت تلاوت کرنے والا جب قرآنی آیات کے معانی و مطالب میں غورو خوض کرے گا تو لازمی طور پر اس کے ذہن میں ان افراد و اشیاء کا تصور بھی آئے گا جن کا ذکر ان آیات میں ہوگا۔ مثلاً جب آیہ مبارکہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا۔) کی تلاوت کرے گا تو ضرور یہ سوچے گا کہ وہ کون افراد ہیں جو عَلٰى وَجْهِ الْاَتَمِّ وَ الْاَكْمَلِ اللہ تعالیٰ سے انعامات یافتہ ہیں ظاہر ہے کہ اس وقت ایک مومن کے دل میں انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دیگر اولیاء اللہ کی فہرست سامنے آ جائے گی۔ بالخصوص اپنے شیخ کامل متبع قرآن و سنت کا تصور تو ضرور سامنے آئے گا۔ جس پر انوار و تجلیات الٰہی کے انعامات دیکھ چکا ہے اور اس سے فیض یاب بھی ہو چکا ہے۔ یہی نہیں بلکہ صورت فاتحہ ہی کی آیت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تلاوت کرتے وقت قاری کا ذہن یہود و نصاریٰ کیطرف بھی منتقل ہو گا جن کا اس میں ذکر ہے۔ ایک دو بار نہیں ' نماز فرض' واجب خواہ سنت و نفل کی ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور فکر نہ کرنا دلوں پر تالے لگنے کی علامت ہے۔

لہٰذا اس قسم کے غوروفکر اور تصور کو خلاف شرع' شرک و بدعت اور بت پرستی کہنا تصوف سے ہی نہیں بلکہ قرآن و سنت سے جہالت و بے خبری یا عناد کی علامت ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ

لَا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ پ۹ س اعراف (۱۷۹)

ان کے دل ایسے ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ایسے ہیں کہ ان سے سنتے نہیں یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ زیادہ بے راہ ہیں یہ غافل ہی ہیں۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں غور کرنے سے انسان ہی نہیں عام حیوانات بلکہ جمادات تک کا تصور لازم آتا ہے۔ اور وہ جائز ہے مثلاً" اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ پ ۳۰ س الغاشیۃ

وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَ زِیْنَةً وَ یَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ پ ۱۴ س نحل ع ۱

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا سورہ البقرہ ۳ ع ۳

میں غور کرنے سے اونٹ گھوڑے خچر، گدھے، مچھر، مکھی، مچھلی وغیرہ کا تصور لازم آئے گا خواہ ان کا ذکر اظہار قدرت کے طور پر ہو یا انعامات الٰہی یا صفات غضب وقہر کی بناء پر ہو وَیَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ اور فَمَا فَوْقَهَا سے تو غیر معلوم اشیاء کا تصور تک ثابت ہوتا ہے

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ پ ۷ س الانعام رکوع ۹۔

طریق استدلال

آیات سابقہ کی طرح جب تلاوت کرنے والا تلاوت کے ساتھ اس آیت

مبارکہ میں غور و فکر بھی کرے گا تو بقول حضرت مقیم الدین دامانی علیہ الرحمہ تصور روئے ذات خود وخیال آسمان وزمین دریں آیت امرلازمی است باوجودیکہ وَمَااَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ہم موجوداست' ازیں معلوم شد کہ صرف تصور وخیال غیراللہ شرک نیست تاوقتیکہ غیر رابخداوند جل وعلیٰ شریک فی الذات یافی الصفات یافی العبادات اعتقاد نہ کند۔ رسالہ فنافی الشیخ ص ۳۹۔۴۰

اس آیت میں اپنے چہرہ اور جسم کا تصور نیز زمین و آسمان کا خیال لازمی امر ہے باوجودیکہ کلمہ وَمَا اَنَامِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (کہ میں مشرکین میں سے نہیں) بھی موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ صرف تصور وخیال غیراللہ کا شرک نہیں تاوقتیکہ آدمی غیراللہ کو ذات' صفات یا عبادت میں اللہ تعالی کے ساتھ شریک اعتقاد نہ کرے

صحابی رسول رضی اللہ عنہ کا رابطہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابی رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بھی مُخْلِصِیْنَ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ اور آپ کو اپنے مرشد مربی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارفتگی کی حد تک محبت تھی ہر وقت رابطہ قلبی سے موصوف رہتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ان کا رنگ زرد پڑگیا تھا' ہمیشہ فکر مند سے نظر آتے تھے ایک بار شیخ کامل نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کیفیت کی وجہ دریافت فرمائی جواباً" عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کی ذات مجھے جسم وجان اور جہاں سے زیادہ عزیز ہے جب کبھی آپ کی مجلس کے بعد گھر جاتا ہوں اور آپ کی محبت جوش مارتی ہے تو فوراً" آپ کے در دولت پر حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتا ہوں۔ لیکن مجھے فکر یہ ہے کہ کل

آخرت میں آپ جنت کے ارفع واعلیٰ مقام پر ہوں گے۔ میں آپ کے ساتھ ہو نہیں سکتا۔ وہاں اگر آپ کی محبت کا غلبہ ہوگا تو کیسے آپ کے دیدار مبارک سے قلب کو تسکین فراہم کرونگا بس اسی فکر فردانے مجھے پتلا دبلا بنا دیا ہے۔ صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رابطہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اسی موضوع پر ایک مستقل آیت نازل فرماکر ان کے لئے اور ان کے صدقہ دوسرے محبین صادقین کے لئے آخرت میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی معیت و رفاقت کا وعدہ فرمایا' رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس وقت ان کو بشارت سنادی کہ مخلص فرمانبردار اور محبت کے متوالوں کو جنت میں بھی درجات میں تفاوت کے باوجود انبیاء علیہم السلام' صدیقین' شہداء' اور صالحین کا قرب حاصل ہوگا۔ وہ آیت درج ذیل ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا" (۶۹) س النساء پ ۵ ع ۹

قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے بھی شیخ کا ثبوت ملتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۱۹)

سورہ توبہ ع ۱۵

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے بندوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت مبارکہ میں صادقین(سچے بندوں) کے ساتھ رہنے کا حکم ہے اور اس کے لئے کسی مخصوص عرصہ و زمان کا ذکر بھی نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے معیت (ساتھ رہنا) دائمی مراد ہے' اور اس حقیقت سے

بھی انکار نہیں کہ جسمانی طور پر آدمی ہر لمحہ کسی کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اس صورت میں قلبی رابطہ اور باطنی معیت ہی کے ذریعے صادقین کے ساتھ رہا جا سکتا ہے اور رابطہ ہو جانے کے بعد سالک ہر لمحہ اپنے آپ کو شیخ کے حضور میں سمجھتا ہے۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار اور حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہما نے اسی آیہ مبارکہ سے رابطہ ثابت کیا ہے۔ سورہ یوسف میں ارشاد خداوندی ہے لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ یعنی اگر حضرت یوسف علیہ السلام اللہ عزوجل کی برہان کو نہ دیکھتے تو سیدہ زلیخا کی طرف متوجہ ہوتے' لفظ برہان کے متعلق مفسرین کرام کا ایک قول یہ بھی ہے کہ برہان حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں جن کی شکل مبارک اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو نظر آئی فرما رہے تھے یَا یُوْسُفُ اَتَعْمَلُ عَمَلَ السُّفَهَاءِ وَاَنْتَ مَكْتُوْبٌ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ ص ۱۵ تفسیر خازن جلد سوم۔

(اے یونس کیا آپ وہ عمل کریں گے۔ جو بے عقل کرتے ہیں؟ جبکہ آپ انبیا علیہم السلام کی فہرست میں لکھے ہوئے ہیں۔

صحیح مسلم شریف میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کَاَنِّیْ اَنْظُرُ (گویا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی ہوں) اور حلیتہ الاولیاء میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ وَاللّٰهِ لَكَاَنِّیْ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ (خدا کی قسم گویا کہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں) بس یہی تو تصور ہے کہ بظاہر جو غیر موجود ہو اس کو ذہن و خیال میں

موجود تصور کیا جائے فَبِھٰذَا الْحَدِیْثِ وَاَمْثَالِہِ الْوَارِدَۃِ فِی الصِّحَاحِ اِسْتَنْبَطُوْا جَوَازَ تَصَوُّرِ الشَّیْخِ وَلَہٗ وَجْہٌ لٰکِنَّہٗ لَا یُفْحَمُ الْمُنَاظِرُ (اس حدیث اور اس کی مثل صحاح ستہ میں موجود دوسری حدیثوں سے صوفیاء کرام نے تصور شیخ جائز ثابت کیا ہے لیکن جو بحث مباحثہ کرتا ہے (جس کو تنقید برائے مخالفت کی عادت ہے) وہ پھر بھی خاموش نہیں ہوتا' ہدایت الانسان بحوالہ مولانا عبدالحی صاحب" ص ۱۰۲

حضرت ابوالعباس مرسیؒ کا تصور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ حضرت ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ کے قابل قدر شاگرد ہیں' آپ کے تصور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ فقراء سے فرمایا اگر ایک لحہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں سے اوجھل ہوجائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے شمار نہ کروں۔

سورہ یوسف کی اس آیہ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مقربان الٰہی آڑے وقت میں اپنے متعلقین کے یہاں پہنچ کر ان کو گناہ سے بچاسکتے ہیں کم از کم اتنا تو صراحتہ" ثابت ہوا کہ ایسے وقت میں مرید صادق' مرشد کامل کے تصور صورت کی بدولت لغزش سے بچ سکتے ہیں۔

اس مقام پر احقر مئولف یہ عرض کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہے کہ یہ صرف تفسیری یا تاریخی نہیں بلکہ اس قسم کے واقعات میرے مرشد مربی حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ العزیز کے اہل ذکر مریدین سے پیش آئے جن کو عین وقت پر حضور نوّر اللہ مرقدہٗ کی صورت نظر آئی' یا آپ کے لہجے میں زبانی تنبیھی آواز سننے میں آئی جس کے صدقے وہ زنا جیسے کبیرہ گناہ سے

بچے۔ اور آج بھی وہ زندہ اور اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کے خود گواہ ہیں

خدانخواستہ اگر رابطہ اور تصور شیخ ناجائز اور شرک ہوتا تو وہ گناہ سے بچنے کا ذریعہ کب بنتا؟ شرک و کفر گناہ کے باعث تو ہیں ہدایت کے ذرائع ہرگز نہیں ہو سکتے' لہٰذا تجربہ و مشاہدہ سے تصور شیخ کا باعث ہدایت ہونا اس کے جواز کے لئے کافی گواہ ہے۔

چوں خلیل آمد خیال یار من
صورتش بت معنی او بت شکن

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (۳۱) پ ۳ سورہ آل عمران ع ۴

(اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو وہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

نیز ارشاد فرمایا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ پ ۲۱ س لقمان

ترجمہ: اور اس کی تابعداری کرو جو میری طرف رجوع کئے ہوئے ہے۔

اول الذکر آیہ مبارکہ میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں اہل اللہ کے اتباع کا حکم ہے لفظ اتباع کا معنی ہے کسی کی پیروی کرنا یا کسی کے نقش قدم پر چلنا۔

اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ کمال اتباع' کمال محبت کے بغیر ثابت و محقق نہیں ہو سکتا اور کمال محبت کے لئے کمال یاد داشت محبوب ضروری ہے۔ کمال یاد داشت کے ساتھ محبوب کی سیرت وصورت کا محب کے دل میں

آ جانا فطری بات ہے۔ اس کے علاوہ کسی کے نقش قدم پر چلنے کے لئے مقتدیٰ کے طور طریقہ کو ذہن میں رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ (اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو) اور بعینہ اسی کیفیت و صورت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ صحابہ کرام نے اس کیفیت کو یاد رکھا ہو۔ چنانچہ متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھ کر دکھائی اور فرمایا بعینہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔

فتاویٰ کی مشہور و معروف کتاب فتاویٰ شامی میں علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ نے تحریر فرمایا۔ کہ تشہّد میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اور اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کہتے وقت ان الفاظ کے معانی کا ارادہ کر کے پڑھے، محض نقل اور حکایت کی بنا پر نہ پڑھے یعنی اس وقت یہ ارادہ کر لے کہ میں بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خود ہدیہ سلام پیش کر رہا ہوں۔ اسی طرح اپنے نفس اور اولیاء اللہ پر بالمشافہ سلام کہے۔ اسی طرح التحیات للہ پڑھتے وقت خود نذرانہ تحیتہ پیش کرنے کی نیت کرے۔ مزید تائیداً فرمایا کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (میں خدا کا رسول ہوں) پڑھتے تھے (اگر حکایۃً حال ماضی مقصد ہوتا تو اس قسم کی تخصیص نہ کرتے۔)

بِالْفَاظِہٖ وَيَقْصُدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيْهَا مُرَادَةً لَهٗ عَلٰى وَجْهِ الْاِنْشَاءِ كَاَنَّهٗ يُحَيِّيْ اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُسَلِّمُ عَلٰى نَبِيِّهٖ

وَ عَلیٰ نَفْسِہٖ وَ اَوْلِیَائِہٖ لَا الْاِ خْبَارَعَنْ ذَالِکَ ذَکَرَہٗ فِی الْمُجْتَبیٰ وَ ظَاھِرُہٗ اَنَّ ضَمِیْرَ عَلَیْنَا لِلْحَاضِرِیْنَ لَا حِکَایَۃَ سَلَامِ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَ کَانَ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ یَقُوْلُ فِیْہِ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ص ۳۴۲ فتاویٰ شامی جزء اول

مولانا محمد مقیم الدین دامانی قدس سرہ رسالہ فنا فی الشیخ ص ۳۸ میں فرماتے ہیں۔ خواندن بطریق انشاء در اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ تصور نبوی خصوصا" برائے اصحاب کبارکہ بچشم ظاہر از دیدار مبارک مشرف شدہ بودند بوقت قرئت اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلیٰ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ خیال ذات خود و عباد صالحین خصوصا" رہبر کامل خود کہ کمال آن در رگ و پوست قاری پیوستہ امرلازمی است

یعنی بطور انشاء (اپنی طرف سے نیت و ارادہ سے کچھ کہنا جس میں نقل کی نیت نہ ہو۔) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور خاص کر حضرات صحابہ کرام کے لئے جو ظاہری آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ سے مشرف شدہ ہیں امر لازمی ہے۔ اسی طرح اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلیٰ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ پڑھتے وقت اپنے وجود کا خیال اور دوسرے نیک بندگان خدا کا خیال' خاص کر اپنے مرشد کامل کا تصور لازمی ہے جس کا کمال نماز پڑھنے والے (مرید کے) رگ و پوست میں سرایت کئے ہوئے ہے۔

اسی طرح حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے معارف السنن شرح جامع ترمذی ص 86 میں فرمایا ہے۔

ولیس غرضہ ان یقراء ھا علی وجہ الحکایۃ والا خبار بل یقرھا -

قاصداً بالفاظها و معا نیها المرادة علی اوجه الانشاء منه راسکا مقصد یہ نہیں کہ حکایت ماضی یا خبر کے انداز سے یہ الفاظ (السلام علیک ابها النبی) ہے بلکہ اپنی طرف سے بطور انشاء معنیٰ ذہن میں رکھ کر قصد وارادہ سے یہ الفاظ ادا کرے۔

فتاویٰ عالم و حافظ حضرت ابوالحسنات مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ:۔

حضرت لکھنوی علیہ الرحمہ کے مجموعہ فتاویٰ جلد دوم ص ۳۴۰ اور سوم ص ۱۳۲ میں تصور شیخ کے متعلق استفتاء اور آپ کی جانب سے اثبات میں جوابات مذکور ہیں۔ چنانچہ جلد سوم ص ۱۳۲ کے استفتاء کے الفاظ یہ ہیں۔ تصور مرشد کہ عند الصوفیہ معمول است درست است یانہ (یعنی مرشد کا تصور جو کہ صوفیاء کے معمولات میں سے ہے' جائز ہے یا نہیں) اس کے جواب میں تحریر فرمایا جائز است اکابر بہ نیت پاک این عمل کردہ اند شاہ ولی اللہ دہلوی درقول جمیل مینویسند قَالُوْا وَالرُّکْنُ الْاَعْظَمُ رَبْطُ الْقَلْبِ بِالشَّیْخِ عَلٰی وَجْہِ الْمَحَبَّةِ وَالتَّعْظِیْمِ وَ یُلَاحِظُ صُوْرَتَہٗ الخ

مشائخ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ مرشد کے ساتھ محبت اور تعظیم کی صفت پر دل لگانا (باطنی ترقی کے لئے) رکن اعظم ہے۔

جلد دوم کے استفتاء میں سائل نے تصور شیخ کے عدم جواز پر مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کے حوالہ جات اور جواز تصور پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی کتاب القول الجمیل کے حوالہ جات ذکر کر کے تشفی اور دفع تردد کے لئے آپ کی طرف رجوع کیا ہے۔

جواباً" حضرت لکھنوی قدس سرہ نے تحریر رمایا قول حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ الولی جو ان کے رسالے قول الجمیں میں مفصل و مدلل مرقوم

ہے مقرون بصدق و صواب ہے اور اقوال دیگر علماء صوفیہ کثّرھم اللّٰہ
تعالیٰ بھی اس قول کے مؤیّد ہیں اور تعامل علماءِ صوفیہ شغل مذکور کے
نسبت ثابت ہے اور کوئی محذور شرعی بھی شغل مذکور میں نہیں پایا جاتا
ہے۔ پس ربط قلب و کسب سعادت و جلب فیض علیٰ وصف المحبۃ والتعظیم و
ازدیاد موانست و مجانست کے واسطے شغل مذکور بالیقین جائز ہے کیونکہ علم کی
دو قسمیں ہیں ایک علم ظاہر جس کا طریقہ تعلیم بھی بطور ظاہر معین ہے۔
دوسرا علم باطن کہ اس کی تعلیم بطور مخفی مقرر ہے اور ثانی اول سے انفع و
اقویٰ و افضل ہے۔ مجموعہ فتاویٰ حصہ دوم ص ۳۳۵

حضرت لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ کے مفصل فتویٰ پر جن علماء نے تائیدی
نوٹ تحریر فرمائے ہیں ان میں ایک حضرت عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا نوٹ
ہے۔ آپ فرماتے ہیں واقعی اس شغل میں کچھ حرج شرعی نہیں ہے جیسا کہ
مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے اس کو قول جمیل میں مدلل بیان کیا ہے۔
بلکہ یہ شغل ان حضرات کرام اولیاء اللہ العظام سے ماثور و منقول ہے کہ
جن کی ولایت پر اجماع ہو گیا ہے پس انکار کرنا اس سے اور حرام جاننا اس کو
نعوذ باللہ کہاں سے کہاں تک کس جگہ پہنچاتا ہے؟ اور اس تصور کو بت پرستی
پر محمول کرنا اور ان آیات کو جو بت پرستی کی حرمت پر دال ہیں دلیل میں لانا
اور اس فعل کو فعل بت پرستی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے' باقی رہا یہ امر
کہ جب ایسے ثقات میں اختلاف ہو تو ہم کس کے قول پر عمل کریں۔
صورت اس کی یہ ہے کہ متقدمین کے قول پر عامی کو عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ
جس قدر علمائے متقدمین ہوں گے۔ قریب ہوں گے' زمانۂ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے جو خیر الازمنہ ہے اور جس قدر بعد اس زمانہ سے ہو گا' اسی قدر فتن کا زمانہ ہو گا جیسا کہ حدیث شریف خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ کے اشارہ النص سے ثابت ہوتا ہے۔
مجموعہ فتاوی ص ۲۴۷ جلد دوم

پیر طریقت مرشد نا حضرت شاہ ابوسعید دہلوی قدس سرہ نے شغل اولیٰ ذکر اسم ذات کی بحث میں ارشاد فرمایا۔ "برائے دفع خواطر' التجا وتضرع بجناب حضرت حق سبحانہ نماید و تصور صورت بزرگے کہ از و تلقین ذکر یافتہ مقابل دل یادرون دل نگاہداشتن برائے دفع خواطر اثرے دارد و ہمین تصور صورت شیخ راذکر رابطہ می گویند ص ۹ ہدایتہ الطالبین

"اور خیالات دور کرنے کے لئے بارگاہ الہیٰ میں عاجزی وزاری کرے اور جس بزرگ سے ذکر کی تلقین حاصل کی ہے دل کے اندر یا دل کے مقابل اسی کی صورت کا تصور و خیال کرنا وساوس اور خیالات کے ختم کرنے میں پورا پورا اثر رکھتا ہے اور اسی تصور صورت شیخ کو ذکر رابطہ کہا جاتا ہے۔"

اسی کتاب کے ص ۱۴-۱۵ میں فرمایا۔ شغل سوم ذکر رابطہ است و آن عبارت از نگاہداشتن صورت شیخ است درنمدر کہ خود یا درون دل خود یا صورت خودرا صورت شیخ تصور می نماید و چوں رابطہ غالب می آید در ہر چیزے صورت شیخ بنظرمی در آید این رافنا فی الشیخ میگویند' واین احوال بریں تباہ حال نیز درابتداء ورود یافتہ بود' کہ از عرش تاثریٰ صورت حضرت شیخ خود محیط می یافتم' و جمیع حرکات و سکنات خودرا حرکات و سکنات آنحضرت می دیدم' بیت

درو دیوار چوں آئینہ شد از کثرت شوق
ہر کجامی نگرم روئے ترامی بینم

باید دانست کہ طریقہ رابطہ اقرب طرق است و منشاء ظہور عجائب و غرائب است' حضرت ایشان عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ اند کہ ذکر تنہا بے رابطہ و بے فنا فی الشیخ موصل نیست و رابطہ تنہا برعایت آداب صحبت کافی است۔

(تیسرا شغل ذکر رابطہ ہے (اور اس کی چند صورتیں ہیں ا۔ اپنے شیخ کی شکل و صورت کو اپنے ذہن میں نگاہ رکھنا ۲۔ اس کی صورت کو اپنے دل کے اندر محفوظ رکھنا ۳۔ اپنی صورت کو شیخ کی صورت خیال کرنا' شیخ کا رابطہ جب مرید پر غالب آ جاتا ہے تو اس کو ہر چیز میں اپنے شیخ کی صورت نظر آتی ہے اور اسی کو فنا فی الشیخ کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ تمام حالات اس تباہ حال (حضرت مؤلف قدس سرہ) پر بھی ابتداءً وارد ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ عرش سے لے کر فرش تک اپنے پیر کی صورت کو محیط (گھیراؤ کرتے ہوئے) پایا اور اپنے جملہ حرکات و سکنات (خاموش بیٹھنے اور گھومنے پھرنے) کو اپنے شیخ کی حرکات و سکنات دیکھتا رہا۔ بیت کا ترجمہ:۔

تمام درو دیوار شوق کے مارے آئینہ کی مانند معلوم ہونے لگے۔ اب جدھر دیکھتا ہوں آپ کے چہرہ انور کو دیکھتا ہوں۔ جاننا چاہئے کہ طریقت میں رابطہ کا راستہ دوسرے تمام راستوں کی نسبت زیادہ قریب راستہ ہے۔ اس کے علاوہ عجیب و غریب امور کے ظہور کا ذریعہ بھی ہے عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ رابطہ اور فنا فی الشیخ کے بغیر خالی ذکر منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا' جبکہ آداب صحبت کی رعایت کے ساتھ خالی رابطہ بھی کافی ہو جاتا ہے۔

گو وصول الی اللہ کے لئے کثرت نوافل' کثرت صوم وصلوٰۃ' ریاضات و

مجاہدات، شب بیداری وغیرہ بھی عمدہ وسائل و ذرائع ہیں مگران سب سے زیادہ سہل، آسان اور زود اثر طریقہ رابطہ شیخ ہے۔

مکتوبات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ میں ہے۔ رابطہ موصل تر برائے آن ست کہ بربزرگ نالہ فیض جاری است ہر گاہ باُورابطہ حاصل شود ضرور از ان نالہ فیض بہرہ مند می شود (یعنی رابطہ دوسری چیزوں سے زیادہ وصول الی اللہ میں کارآمد اس لئے ہے کہ بزرگ (مرشد کامل) پر بارگاہ الٰہی سے فیض کا پرنالہ جاری رہتا ہے اس لئے اس کے ساتھ رابطہ حاصل ہوتے ہی ضرور مرید بھی اس پرنالہ سے فیض یاب ہو گا۔

مشہور محدث و ولی حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں قَالُوْا وَالرُّکْنُ الْاَعْظَمُ رَبْطُ الْقَلْبِ بِالشَّیْخِ عَلٰی وَصْفِ الْمَحَبَّۃِ وَالتَّعْظِیْمِ وَمُلَاحَظَۃِ صُوْرَتِہٖ۔ القول الجمیل مترجم ص۶۸

یعنی مشائخ چشت قدس اللہ اسرارھم العلیہ نے فرمایا ہے کہ (سلوک کا) بڑا رکن محبت اور تعظیم کے ساتھ اپنے مرشد سے دل لگانا اور اس کی صورت کا ملاحظہ کرنا ہے۔

چوں خلیل ، آمد ، خیال یارمن
صورتش بت معنی اوبت شکن

شیخ محقق حضرت قبلہ محمد عبداللہ الخانی الخالدی نقشبندی قدس سرہ نے طریق وصول الی اللہ (اللہ تک پہنچنے کے راستے) ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اَلثَّانِیَۃُ الرَّابِطَۃُ وَھِیَ طَرِیْقَۃٌ مُسْتَقِلَّۃٌ لِلْوُصُوْلِ وَعِبَارَۃٌ عَنْ رَبْطِ الْقَلْبِ بِالشَّیْخِ الْوَاصِلِ اِلٰی مَقَامِ الْمُشَاھَدَۃِ

الْمُتَحَقِّقِ بِالصِّفَاتِ الذَّاتِيَّةِ وَحِفْظِ صُوْرَتِهٖ فِي الْخَيَالِ وَ لَوْ بِغَيْبَتِهٖ فَرُؤْيَتُهٗ بِمُقْتَضٰى اَلَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ تَحْصُلُ بِهَا الْفَائِدَةُ كَمَا تَحْصُلُ مِنَ الذِّكْرِ بِمُوْجَبِ هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ البہجۃ السنیتہ ص ۴۲ مطبوعہ استنبول

وصول الی اللہ کا دوسرا طریقہ رابطہ ہے وصول الی اللہ کے لئے یہ مستقل طریقہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کامل سے دل کا رابطہ پیدا کیا جائے جو مقام مشاہدہ پر فائز اور صفات ذاتیہ سے متصف ہے اس کی صورت کو خیال میں محفوظ رکھے اگرچہ وہ غائب ہو اس لئے کہ حدیث شریف "اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آ جائے" کے مطابق ان کے دیکھنے سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے' جیسے کہ اللہ تعالی کے ذکر سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے ہمنشین ہوتے ہیں۔

قدوۃ السالکین حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی مجددی دہلوی قدس سرہ نے سبع اسرار میں ذکر نفی و اثبات کے شرائط تحریر کرتے ہوئے فرمایا۔

چھٹی شرط رابطہ ہے یعنی تصور صورت پیر و مرشد کا دل میں یا مقابل دل کے یا اپنی ذات کو پیر و مرشد تصور کرنا۔ ص ۱۶ سبع اسرار

حضرت علامہ مولانا مقیم الدین دامانی قدس سرہ تحفۃ العلماء کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اَلثَّالِثُ الرَّابِطَةُ: وَهِيَ تَصَوُّرُ صُوْرَةِ الشَّيْخِ فِي الْعَقْلِ اَوِ الْقَلْبِ وَ اِذَا الرَّابِطَةُ يَتَصَوَّرُ لِلسَّالِكِ صُوْرَةَ الشَّيْخِ فِي

كُلِّ شَيْءٍ وَهِيَ الْمُعْتَبَرُ بِالْفَنَاءِ فِي الشَّيْخِ وَاعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ الْأَسْبَابِ وَالْأَرْفَقَ وَالْأَوْفَقَ هِيَ الرَّابِطَةُ وَالْمُلَازَمَةُ وَلِذَا صَارَ طَرِيْقَةُ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ أَفْضَلَ لِأَنَّهَا يَنْتَهِي إِلَى الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مُلَازِمٌ مَعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَوِيٌّ فِي الرَّابِطَةِ وَكَانَ رَفِيْقَهُ فِي كُلِّ حَالٍ وَجْهُهُ أَتَمُّ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ وَلِذَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا فَضَلَ أَبُوْبَكْرٍ بِكَثْرَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَلٰكِنْ بِسِرٍّ وُقِرَ فِي قَلْبِهٖ فَلِهٰذَا صَارَ بِدَايَةُ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ نِهَايَةُ غَيْرِهَا مِنَ الطُّرُقِ لِأَنَّ السَّالِكِيْنَ فِي طُرُقِ غَيْرِهَا إِذَا تَحَمَّلُوا الْمُشَقَّاتِ وَالرِّيَاضَاتِ وَالْمُجَاهَدَاتِ حَصَلَ لَهُمُ الذِّكْرُ فِي الْقَلْبِ وَالْجَذْبُ وَالْأَنْوَارُ فَكَانَ هٰذَا الْحَالُ عِنْدَهُمْ عَزِيْزًا وَهٰذَا الْحَالُ يَحْصُلُ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي أَوَّلِ التَّوَجُّهِ وَأَخْذِ الذِّكْرِ فَكَانَ بِدَايَتُهُمْ نِهَايَةُ الْآخِرِيْنَ رسالہ فنا فی الشیخ ص ۵۷، ۵۸

(تیسری قسم رابطہ ہے اور رابطہ دل یا عقل میں شیخ کی صورت کے تصور و خیال کو کہتے ہیں اور رابطہ کی بدولت سالک کو ہر چیز میں شیخ کی صورت نظر آتی ہے۔ اور اسی کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں اور جان لو کہ (وصول الی اللہ کے) اسباب میں سے بہتر، آسان اور سالک کے مزاج کے زیادہ موافق طریقہ، شیخ کا رابطہ اور پابندی صحبت ہے یہی وجہ ہے کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ دوسرے تمام طریقوں سے افضل ہے۔ (کہ اسی میں تصور شیخ کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے) کہ یہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے جو کہ ہمیشہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے اور نسبت رابطہ میں بہت قوی تھے ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق تھے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ کامل تھے اسی لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت زیادہ روزے رکھنے اور زیادہ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے نہیں لیکن ایک بھید کی وجہ سے ہے جو ان کے دل میں قرار پکڑے ہوئے ہے۔"

اسی وجہ سے کہا گیا کہ نقشبندیہ کی ابتدا وہاں سے ہوتی ہے جہاں دوسروں کی انتہاء ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دوسرے طریقوں کے سا لکین جب محنتیں مشقتیں، برداشت کرتے ہیں تب ان کے دل میں ذکر، جذبہ اور انوار الٰہی حاصل ہوتے ہیں جس کی بنا پر وہ حالت ان کو عزیز ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالٰی کے فضل سے نقشبندی حضرات کو پہلی توجہ اور ذکر حاصل کرتے ہی یہ حالت حاصل ہو جاتی ہے لہٰذا ان کی ابتداء دوسروں کی انتہاء سے ہوتی ہے۔

حضرت شیخ ابوالعباس برسی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے لو حجب عنی رسول اللہ ﷺ طرفة عین ماعدت نفسی من المسلمین' روح المعانی (22)

اگر حضور ﷺ ایک لمحہ کے لئے بھی میری نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں تو اس لمحہ میں خود کو مسلماں ہی تصور نہ کروں۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوالعباس رحمتہ علیہ ہر وقت رابطہ و تصور بلکہ زیارت رسول ﷺ سے فیضیاب ہوتے رہے تھے۔

ربط و عقیدت

مشہور و معروف عارف باللہ حضرت شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ المنیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مرید را باید کہ ربط قلب با پیر بود و معنی ربط قلب این است کہ بداند کہ مرابخدائے تعالیٰ نرساند مگر پیر من اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ اشارہ درحق ایشاں ست و ہرچہ پیر بفرماید ازاں تجاوز نہ کند اگرچہ ہزاراں ہم عصر بہ آں جا باشند و دراں وقت دیگراں ہم پیراں و مرشداں باشند و گویند اگر مرید بداند کہ بہتر از پیر من دیگرے ہست درکار مریدی درست نیاید و غرض او حاصل نہ شود۔ لطائف المعانی ص ۴ ملفوظات حضرت منیری قدس سرہٗ

مرید کو چاہئے کہ اپنے پیر سے ربط قلب قائم کرے' ربط قلب کا مطلب یہ ہے کہ مرید یہ سمجھے کہ مجھے اپنا پیر ہی خدا تعالیٰ سے ملائے گا کوئی دوسرا نہیں' "پیر اپنے متعلقین کو اس طرح فیض و فائدہ پہنچاتا ہے۔ جس طرح نبی اپنی امت کو فائدہ پہنچاتا ہے۔" کہنے میں اسی طرف اشارہ ہے۔" مرید کو چاہئے کہ جو کچھ پیر حکم کرے اسی پر عمل پیرا رہے اس سے آگے نہ بڑھے اگرچہ ان کے ہم عصر اور بھی موجود ہوں اور اس وقت میں دوسرے پیر و مرشد بھی ہوں۔ لیکن اگر (خدانخواستہ) مرید یہ سمجھے کہ میرے پیر سے بڑھ کر کامل کوئی اور ہے تو ابھی یہ مریدی کی راہ میں کچا ہے اور اس کو (یہ عقیدہ رکھتے ہوئے) کوئی مقصد حاصل نہ ہوگا۔

نماز میں تصور و رابطہ شیخ:۔

نماز میں رابطہ شیخ کے جواز و عدم جواز کے بارے میں مولانا نور الدین تاشکندی رحمتہ اللہ علیہ (جو کہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے) اور مولانا زادہ فرکتی رحمتہ اللہ علیہ کا باہمی اختلاف تھا مولانا نور الدین تاشکندی رابطہ شیخ میں مستغرق و مغلوب الحال رہتے تھے جبکہ مولانا زادہ فرکتی اس قسم کے رابطہ کے مخالف تھے اور معلوم ہونے پر حضرت تاشکندی قدس سرہ کو سختی سے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر نماز میں اس طریقہ پر مشغول رہو گے تو کافر ہو جاؤ گے (العیاذ باللہ) لہٰذا آئندہ ہرگز ہرگز نماز میں اس طریقہ کی مشغولی اختیار نہ کرنا وغیرہ۔

الغرض جب مذکورہ ماجرا حضرت احرار نقشبندی نور اللہ مرقدہ کو معلوم ہوا تو مولانا زادہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا شخصے رادر نماز دل بہ املاک و اسباب و عبید و زبل و مواشی و انبار و سائر اشیاء خسیسہ می رود کافر نیست' اگر مؤمنے رادل بمؤمنے مرتبط باشد چرا مؤمنی بکفری شود؟ فنا فی الشیخ ص ۶۵ یعنی نماز پڑھتے ہوئے اگر کسی کے دل میں مال اسباب غلاموں جانوروں بلکہ ان کے گوبر یا دوسری چیزوں کا خیال آ جاتا ہے پھر بھی کافر نہیں ہوتا۔ تو اگر کسی مؤمن کے دل کا تعلق دوسرے مؤمن سے ہوجائے تو وہ کیونکر کافر ہو سکتا ہے۔

مرۃ العاشقین ملفوظات حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی قدس سرہ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد عظیم صاحب سکنہ کنگل نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر نماز میں تصور شیخ حاصل ہو جائے تو اس کا کیا

حکم ہے؟ سنکر ارشاد فرمایا جائز است کہ پیش امام تصور نمودہ سجدہ کند ص ۶۳ حوالہ مذکور

یعنی اس کو چاہئے کہ شیخ کو پیش امام تصور کر کے سجدہ کر لے (پیش امام کی قید اس لئے بڑھائی کہ سجدہ کی حقیقت واضح ہو کہ شیخ کتنا ہی باکمال کیوں نہ ہو لیکن وہ سجدہ کے قابل نہیں' سجدہ اسی واحد' احد ذات کو لائق و روا ہے اور بس)

حدیث عشق زحافظ شنونہ ازواعظ
اگرچہ صنعت بسیار در عبارت کرد

سند الاولیاء والا صفیاء حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی نقشبندی سرہندی نوّراللہ مرقدہ نے حضرت خواجہ محمد اشرف صاحب اور حاجی محمد فرکتی رحمتہ اللہ علیہما کے ایک خط کے جواب میں رابطہ شیخ کے موضوع پر مفصل و عمدہ جواب تحریر فرمایا۔ تبرکاً" بلفظہٖ ذکر کیا جاتا ہے۔ خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ رانوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است کہ در صلوٰۃ آنرا مسجود خود میداند و می بیند واگر فرضاً نفی میکند منتفی نمی گردد۔ محبت اطوارا ایں دولت متمنائے طلاب است از ہزاراں یکے را مگر بدہند" صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبت است محتمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدیٰ جمیع کمالات اورا جذب نماید رابطہ را چرا نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجودلہ چرا محاریب و مساجد را نفی نہ کنند" ظہور ایں قسم دولت سعادتمنداں را میسر است تادر جمیع احوال صاحب رابطہ رامتوسط خود دانند ودر جمیع اوقات متوجہ او باشند' نہ دررنگ جماعتہ بیدولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ رااز شیخ خود منحرف سازند و

معاملہ خود را برہم زنند

از مکتوبات حضرت امام ربانی قدس سرہ مکتوب نمبر ۳۰ دفتر دوم حصہ ششم ص ۶۷، ۶۸

خواجہ محمد اشرف نے رابطہ کی ورزش کے متعلق لکھا تھا کہ رابطہ کا اس قدر غلبہ ہے کہ نماز میں اس کو (مرشد کو) مسجود سمجھتا اور دیکھتا ہوں اگر بالفرض اس (تصور کو) ہٹانا چاہوں تو بھی نہیں ہٹتا۔

اے محبت کے متوالے یہ دولت تو سلوک کے طالبوں کی تمنا کی ہوئی چیز ہے (اس کو وہ بہت محبوب رکھتے ہیں) ہزاروں میں سے کسی ایک کو سہی مگر دیتے ضرور ہیں۔ جس کو یہ کیفیت حاصل ہو وہ صاحب استعداد اور مرشد سے کامل مناسبت والا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شیخ کامل کی مختصر سی صحبت سے ہی اس کے جملہ کمالات حاصل کر لے رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو؟ وہ (مرشد) تو مسجود الیہ یعنی جہت سجدہ ہیں' مسجودلہ' (جسے سجدہ کیا جائے) نہیں ہیں (اور اگر کسی چیز کی طرف منہ کرنا ہی شرک ہے تو) محرابوں اور مسجدوں کو آگے سے کیوں نہیں ہٹاتے؟ اس قسم کی دولت نیک بختوں کو نصیب ہوتی ہے تاکہ وہ ہر حال میں صاحب رابطہ یعنی شیخ مقتدیٰ کو واسطہ (قرب الٰہی کا) سمجھ کر ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہیں۔ ان بدنصیبوں کی جماعت کے رنگ میں نہ ہونا چاہئے جو اپنے آپ کو (شیخ کی نسبت سے) بے پرواہ سمجھتے اور قبلہ توجہ کو شیخ کی جانب سے پھیر لیتے ہیں اور نتیجتاً اپنا معاملہ برباد کر بیٹھتے ہیں۔

نیز اسی مکتوب میں مولانا حاجی محمد صاحب کے اوراد و وظائف میں کوتاہی ہونے کے جواب میں تحریر فرمایا۔

مولینا حاجی محمد اظہار نمودہ بودند کے قریب دو ماہ است کہ فتورے در مشغولی رفتہ است و آں ذوق و حلاوت کہ سابقہ داشت نماندہ۔ مودت اطوارا غم نیست اگر در دو چیز فتورے نرفتہ باشد یکے ازاں دو چیز متابعت صاحب شریعت است علیہ و علی الہ الصلوات و التسلیمات و التحیات دویم محبت و اخلاص است بشیخ خود۔ باثبوت ایں دو چیز اگر ہزاراں ظلمات و کدورات طاری شوند باک ندارد آخر اوراضایع نخواہند گذاشت' اگر عیاذا باللہ سبحانہ یکے ازیں دو چیز نقصان پیدا کرد خرابی در خرابی است اگرچہ بحضور و جمعیت باشد کہ آں استدراج ست کہ عاقبت خرابی دارد واز حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بتضرع وزاری ثبات ایں دو امر خواہند و استقامت بریں دو مسئالت نمایند فَاِنَّھُمَا مِلَاکُ الْاَمْرِ وَ مَدَارُ النَّجَاۃِ والسلام علیکم

مولینا حاجی محمد صاحب نے دو ماہ سے مشغولی میں سستی اور سابقہ لذت و سرور نہ ہونے کا اظہار کیا ہے۔ اے محبت کے متوالے کوئی فکر نہ کریں اگر دو چیزوں میں خلل واقع نہیں ہوا ایک صاحب شریعت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری دوم اپنے شیخ سے محبت اور اخلاص۔ ان دو چیزوں کے مضبوط ہوتے ہوئے اگر ہزاروں تاریکیاں اور اندھیریاں درپیش ہوں تو بھی پرواہ نہ کریں بالآخر اسے ضائع ہونے نہیں دیں گے۔ لیکن اگر "اللہ تعالی پناہ میں رکھے" ان دو میں سے کسی ایک میں فتور واقع ہو جائے تو تباہی در تباہی ہے خواہ بظاہر قلبی تسکین اور حضور حاصل ہو۔ اس لئے کہ یہ استدراج ہے جس کا نتیجہ نقصان ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا بارگاہ خداوندی میں عجزوزاری کے ساتھ ان دو چیزوں کی مضبوطی طلب کرو اور ان ہی دو چیزوں پر استقامت کا سوال کرو۔

اس لئے کہ امر طریقت کا مدار نیز نجات کا مدار ان دو چیزوں پر ہے۔ والسلام علیکم

رابطہ شیخ اور مولینا جامی قدس سرہ السامی:۔ اصول و فروع ' فنون و علوم ظاہرہ کے ماہر اور امور باطن کے عارف حضرت مولینا عبدالرحمان جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالہ "سر رشتہ دولت" میں تفصیل و تشریح کے ساتھ رابطہ شیخ کے فوائد اور ضرورت پر بحث فرمائی ہے۔ فرمایا! سیوم طریق ذکر رابطہ است با پیرے کہ بہ مشاہدہ رسیدہ باشد وبہ تجلیات ذاتیہ متحقق گشتہ دیدار وے بمقتضائے هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ فائدہ ذکر دہدو صحبت وے بمقتضائے هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ نتیجہ صحبت مذکور دہد پس چوں دولت دیدارو صحبت چنیں عزیزے دست دہدو اثر آنرا در خود یابد چنداں کہ تواند آں اثر را باخود نگاہ دارد' واگر دراں معنے فتورے واقع شود باز بہ صحبت آں عزیز مراجعت نماید تابہ برکت صحبت شریف آن معنے پرتو اندازد وہم چنیں مرۃً بعد اخریٰ تا آں زمان کہ آں کیفیت ملکہ وے گردد و اگر چنانچہ آں عزیز غائب باشد صورت وے را در خیال گرفتہ بجمیع قویٰ ظاہری و باطنی متوجہ قلب صنوبری گردد' وہر خواطرے کہ در آید نفی کند تا آں کیفیت غیبت بے خودی روئے نماید' و بتکرارایں معاملہ ملکہ گردد و ہیچ طریق از ایں اقرب نیست۔ بسیار باشد کہ چوں مرید راقابلیت آں باشد کہ پیر درو تصرف کند دراول صحبت وے را بمرتبہ مشاہدہ رساند و چوں کہ وجودِ عزیز ایں چنیں عزیزے دراین روزگار اعز من الکبریت الاحمراست می باید کہ بہ یکے ازاں دو طریق کہ پیشتر مذکور شد یعنی طریق مراقبہ و طریق نفی و اثبات اشتغال دارد۔ ص ۴۷-۴۸

رسالہ فنافی الشیخ بحوالہ معمولات حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ۔

تیسرا طریقہ ذکر رابطہ ہے۔ ایسے پیر کے ساتھ رابطہ جو مقام مشاہدہ (خداوندی) تک پہنچا ہوا ہو اور اسے ذاتی تجلیات حاصل ہوں۔ اس کا دیکھنا حدیث (اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھا جائے خدا یاد آ جائے) کے مطابق ذکر الٰہی کا فائدہ دیتا ہے اور اس کی صحبت حدیث (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں) کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے پر منتج ہوتی ہے لہٰذا جب ایسے پیارے کی صحبت و زیارت کی دولت ہاتھ آ جائے اور مرید صحبت کا اثر بھی اپنے اندر پائے تو چاہئے کہ جس قدر ہو سکے اس اثر کو اپنے وجود میں باقی رکھے اور اگر (کسی وجہ سے) اس نعمت میں فرق محسوس کرے تو چاہئے کہ پھر سے ان کی صحبت میں چلا جائے تاکہ ان کی صحبت کی برکت سے وہ حالت پھر سے لوٹ آئے اور بار بار ایسا کرتا رہے یہاں تک کہ یہ حالت اس کا ملکہ بن جائے (بلا تکلف حاصل رہے)

اگر ایسا پیارا (بزرگ) غائب ہو تو اس کی صورت کا خیال کر کے ظاہری اور باطنی قوتوں سے قلب صنوبری (دل) کی طرف متوجہ ہو جائے اور جو خطرہ دل پر گذرے اس کو ہٹاتا رہے یہاں تک کہ غیر اختیاری غیبت کی وہ کیفیت حاصل ہو جائے اور اس کے بار بار دہرانے سے یہ معاملہ ملکہ بن جائے (بلا تکلف حاصل رہے) نیز یہ بھی یاد رہے کہ قرب الٰہی کے طریقوں میں اس سے بڑھ کر کوئی بھی طریقہ قریب نہیں ہے۔

بارہا یہ بھی ہوا ہے کہ مرید میں تصرف قبول کرنے کی صلاحیت دیکھ کر شیخ کامل نے پہلی ہی صحبت میں اس کو مقام مشاہدہ تک پہنچا دیا لیکن چونکہ

ایسے پیاروں کا پایا جانا آج کے زمانہ میں کبریت احمر (سرخ گندھک) سے بھی زیادہ نایاب ہے۔ لہذا چاہئے کہ مذکورہ دو طریقوں یعنی طریقہ مراقبہ اور نفی اثبات میں سے ایک کا شغل اختیار کرے) چند اشعار

گر نقش کنی بلوح دل صورت او
زان نقش بہ نقشبند یابی رلہے
سرِ غمِ عشق دردمنداں دانند
نے خود منشاں و خود پسنداں دانند
از نقش تواں بہ سوئے بے نقش شدن
وایں نقشِ غریب نقشبنداں دانند

یعنی اگر اس کی (پیر کی) صورت اپنے دل پر نقش کرے گا تو اس نقش سے نقش بنانے والے (اللہ تعالی) کی راہ پائے گا۔

عشق کے غم کا راز درد مند ہی جانتے ہیں خود غرض اور خود پسند نہیں جانتے۔ نقش سے بے نقش کی طرف پہنچا جا سکتا ہے۔ اور یہ عجیب نقش نقشبندی طریقے والے ہی جانتے ہیں۔

رابطہ شیخ عروۃ الوثقیٰ حضرت محمد معصوم قدس سرہ کی نظر میں:۔

آپ نے حضرت محمد ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کے نام رابطہ ' اتباع سنت اور صحبت شیخ کے بارے میں ایک مفصل مکتوب تحریر فرمایا جس کے ابتدائیہ کلمات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ حَامِدًا لِلّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ مُصَلِّيًا عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

سیادت و نقابت پناہا ذر طریقہ ما مدارِ وصولِ درجۂ کمال مربوط برابطہ محبت

است بشیخ مقتدیٰ طالب صادق ازراہ محبتیے کہ بشیخ دارد اخذ فیوض و برکات از باطن اومی نماید و بمناسبت معنویہ ساعۃً فساعۃً برنگ او می برآید گفتہ اندفنائی الشیخ مقدمۂ فنائے حقیقی است ذکر تنہابے رابطہ مستورہ و بے فنا فی الشیخ موصل نیست ذکر ہر چند از اسباب وصول است لیکن غالبا مشروط برابطہ محبت و فنا در شیخ است آرے ایں رابطہ تنہا با رعایت آداب صحبت و توجہ والتفات شیخ بے التزام طریق ذکر موصول است ۔ مکتوب ۷۸۔ دفتر اول ص ۱۹۶

(خطبہ مسنونہ کے بعد) محترم بزرگو پیشواؤ ہمارے طریقہ میں کمال درجہ پر فائز ہونا شیخ مقتدیٰ سے رابطہِ محبت قائم کرنے سے وابستہ ہے۔ مرید صادق مرشد کامل سے محبت کی بدولت فیوض و برکات ان کے (مرشد کے) باطن سے اخذ کرتا ہے۔ باطنی مناسبت کے ذریعے لحہ بہ لحہ اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ اس لئے تو بعض صوفیاء نے فرمایا ہے کہ فنا فی الشیخ حقیقی فنا کے لئے پیش خیمہ ہے۔ مطلوب کے رابطہ اور فنا فی الشیخ کے بغیر محض ذکر منزل رساں نہیں ہے گو ذکر کتنا ہی اسباب وصولی میں سے اہم ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر رابطہ محبت اور فنا فی الشیخ اس کے لئے شرط کے طور پر ضروری ثابت ہوئے ہیں۔ البتہ طریق ذکر کی پابندی کے بغیر بھی محض رابطہ جبکہ آداب صحبت اور توجہ والتفات شیخ سے وابستہ ہو مطلوب تک پہنچا سکتا ہے۔ (یہ اس لئے کہ رابطہ کے بعد تدریجاً" تدریجاً" ذکر کی پابندی بھی نصیب ہو جاتی ہے۔)

مکتوب نمبر ۵۰ میں بھی اسی موضوع پر کافی عمدہ تحقیق فرمائی ہے۔

رابطہ میں فتور' اعمال میں تکاسلی پیدا کرتا ہے:۔

سید نا امام ربانی قدس سرہ نے خواجہ محمد اشرف صاحب کے نام تحریر فرمایا۔ "پرسیدہ بودند کہ لِمَ ایں چیست کہ چوں در نسبتِ رابطہ فتور میرود' دراتیانِ سائرِ طاعات التذاذ نمی یابد' بدانند کہ ہماں وجہے کہ سبب فتور رابطہ گشتہ است مانع التذاذ او است گاہ ہست کہ سبب فتور قبض بود و گاہ کدورتے طاری می گردد' بواسطۂ ارتکابِ زلات اگرچہ اندک بود' وجہ اول مذموم نیست بلکہ از لوازم سلوک طریقہ است و عروض وجہ دوم راتدارک بتوبہ و استغفار باید نمود تابکرم اللہ سبحانہ اثرِ آن مرتفع گردد' وچوں تمیز میانِ قبض و کدورت دقت می طلبد بہر حال توبہ واستغفار نافع است حضرت حق سبحانہ و تعالی باستقامت داراد والسلام ص ۸۷۔۸۸ مکتوب نمبر ۱۰۷ دفتر سوم حصہ نہم

جناب نے دریافت کیا تھا کہ جب رابطہ میں خلل واقع ہو جاتا ہے تو تمام عبادات میں پہلی سی لذت نہیں رہتی اس کی وجہ کیا ہے؟

جان لیں کہ جو چیز نسبت رابطہ میں فتور کا باعث بنی ہے وہی چیز لذت عبادت سے مانع ہے۔ بعض اوقات قبض (طریقت میں' فکر مندی کی سی کیفیت پیدا ہو جانے کو قبض اور اس کے ختم ہونے کو بسط سے تعبیر کرتے ہیں) کی وجہ سے اس قسم کا خلل واقع ہوتا ہے۔ اور کبھی خطاؤں کے ارتکاب کی وجہ سے میل کچیل پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ وہ معمولی ہی ہو پھر بھی رابطہ میں کمزوری اور عبادات میں دل نہ لگنے کا باعث بنتی ہے۔

پہلی قسم (قبض والی) بری نہیں بلکہ سلوک طریقت کے لوازمات میں سے ہے اور اگر دوسری صورت لاحق ہو جائے تو توبہ و استغفار سے اس کا تدارک کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے اس کا اثر زائل ہو

جائے۔

لیکن چونکہ قبض وکدورت کے درمیان فرق کرنا بہت مشکل ہے اس لئے ہر حال میں توبہ و استغفار مفید ہے اللہ تعالی استقامت عطا فرمائے۔

والسلام۔

☆○☆○☆○

رابطۂ شیخ کی ضرورت

علماء محققین کی نظر میں

حضرت خواجہ ضیاء الدین خالدی نقشبندی قدس سرہ نے اس اہم موضوع پر "رسالۃ فی تحقیق الرابطۃ" کے نام سے عربی میں ایک عمدہ مستقل کتاب تحریر فرمائی ہے۔ جس کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

فرمایا: اس مسکین کے کانوں تک یہ بات پہنچی ہے کہ حق الیقین کے اسرار سے غافل بعض افراد نے رابطہ کو بدعت کہا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں ہے ایسا ہر گز نہیں ہے۔ بلکہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں اس کی اصل موجود ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کے بعد وصول حق تعالی کے اسباب میں سے یہ ایک قابل قدر ذریعہ ہے یہاں تک کہ ہمارے طریقہ کے بعض حضرات نے راہ سلوک میں محض اسی پر اکتفا بھی کیا۔ بعض دیگر حضرات نے اور وظائف بھی بتائے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضرور کہا ہے کہ فنافی الشیخ کے لئے زیادہ قریب طریقہ رابطہ ہے اور رابطہ شیخ فنافی اللہ کے لئے ایک طرح کا مقدمہ ہے۔ بعض حضرات نے نص قطعی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (۱۱۹) سورۃ توبہ

(اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو اور سچے بندوں کے ساتھ رہو) سے رابطہ کو ثابت کیا ہے۔ سادات کبار نقشبندیہ میں سے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کلام رب العالمین میں صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم کیا گیا ہے۔ ساتھ رہنے کی دو صورتیں ہیں۔

صورۃً (ظاہری) معنًا (باطنی) معنوی ساتھ رہنے سے رابطہ شیخ ہی مراد ہے۔
رابطہ شیخ کا یہی تو مطلب ہے کہ مرید سالک اپنے واثق فی اللہ شیخ کامل کی روحانیت سے استفادہ کے لئے کثرت سے اس کی صورت کا پاس کرے اس سے مرید کی تربیت ہو گی۔ غائب ہوتے ہوئے بھی حضور و موجودگی کی طرح مستفیض ہو گا اس کی بدولت غلط کاموں سے رکے گا (ظاہر ہے کہ) اس قسم کے رابطہ کا انکار اور تو کوئی نہیں کرے گا ہاں وہ کر سکتا ہے جس کی پیشانی پر اللہ تعالی نے خسران (گھاٹا) لکھ دیا ہو (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس لئے کہ جو شخص اولیاء اللہ کا معتقد ہو گا (وہ تو انکار کر نہیں سکتا اس لئے کہ) اولیاء اللہ نے اس کے عمدہ ہونے کی تصریح کی اور اس کے عظیم نفع کو متفقہ طور پر مانا ہے۔ دوسری طرف ائمہ شریعت' اصول و فروع کے ماہرین حتیٰ کہ چاروں مذاہب کے ائمہ کرام نے صراحتہ" اس کا ذکر فرمایا ہے تاہم اس موضوع پر چند دلائل ذکر کئے دیتا ہوں۔

ا۔ صاحب کشاف (علامہ زمخشری) باوجودیکہ اعتدال سے منحرف اور انکار و اعتزال سے متصف ہے (فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتا ہے) اس نے بھی قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام میں لفظ برہان کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے تین بار حضرت یعقوب علیہ السلام کی آواز سنی اِیَّاکَ وَ اِیَّاھَا (اپنے آپ کو اس سے بچاؤ) تیسری بار کے بعد خود حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت ظاہر ہوئی کہ اپنی مبارک انگلیاں دانتوں میں دیئے ہوئے تھے نیز ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دست مبارک حضرت یوسف علیہ السلام کے سینہ پر پھیرا

ائمہ حنفیہ میں سے شیخ امام اکمل الدین نے شرح المشارق میں حدیث مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی اللّٰہَ کے ماتحت اَلْاِجْتِمَاعُ بِالشَّخْصِ یَقْظَۃً وَّ مَنَامًا (نیند یا بیداری کے عالم میں کسی شخص کے ساتھ اکٹھا ہونے) کے لئے پانچ شرائط ذکر کی ہیں۔

عارف باللہ حضرت سہروردی علیہ الرحمہ نے عوارف میں نماز کے باب میں فرمایا ہے۔ وَ یُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ یُمَثِّلُہٗ بَیْنَ عَیْنَیْ قَلْبِہٖ (سلام پڑھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کو دل کی آنکھوں کے مقابل سمجھے۔

شرح شمائل کے آخر میں حضرت شیخ شہاب قدس سرہ نے حضرت علامہ حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی کتاب تنویر الحلک فی رؤیۃ النبیِّ والملک کے حوالہ سے یہ حکایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی جس کے بعد وہ بعض امہات المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ آپ کو دکھایا جس میں ان کو (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت نظر آئی اپنی صورت نظر نہیں آئی بس یہی تو فنا فی الرابطہ ہے (کہ اپنے آپ سے بے خبر ہو کر شیخ کے تصور میں محو ہو) اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مرید نماز میں شیخ کا تصور کرے اور اس پر سلام کرے یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ نے نفحات قدسیہ میں آداب ذکر کے بحث میں

فرمایا ہے اَلسَّابِعُ اَنْ یَتَخَیَّلَ شَخْصَ شَیْخِہٖ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَ هٰذَا عِنْدَهُمْ اٰكَدُ الْاَدَبِ (ساتواں ادب یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کو اپنی آنکھوں کے سامنے خیال کرے یہ ادب ان کے (علماء ربانیین) یہاں بہت ضروری ہے میں کہتا ہوں کہ ہمارے حضرات نقشبندیہ کے یہاں رابطہ کا یہی تو مطلب ہے اور کوئی مقصد نہیں۔

اکابر حنفیہ میں سے علامہ شریف جرجانی قدس سرہ نے شرح مواقف کے آخر میں اسلامی فرقوں کے ذکر میں فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کا اپنی شکل و صورت میں مرید کے یہاں ظاہر و موجود ہو جانا اور مرید کا ان سے فیض حاصل کرنا درست و صحیح ہے۔ یہاں تک کہ وفات کے بعد بھی (مرید ان سے فیض حاصل کر سکتا ہے۔ اور ان کی صورت سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔)

مذکورہ دلائل و حوالہ جات کے علاوہ حضرت رومی قدس سرہ نے حضرت امام غزالی، شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی، شیخ احمد بن محمد شریف حموی، شیخ سیوطی، امام سبکی شافعی، علامہ سفیری، شیخ تاج الدین حنفی، شیخ عبدالغنی نابلسی، سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی، شیخ شمس الدین ابن القیم نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُمْ وَ بَرَّدَ مَضْجَعَہُمْ کے حوالہ جات ذکر کئے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ پڑھنے والوں کے ملال کا پاس نہ ہوتا تو اس موضوع پر کئی جلدوں کی کتاب لکھتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجد و جذبہ

تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودھم و قلوبہم الٰی ذکر اللہ ط (آیت نمبر ۲۳ سورۃ الزمر)

اس کتاب اللہ کو پڑھنے سننے سے بال کھڑے ہو جاتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑ جاتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں

قرآن مجید کی تلاوت اور مشائخ کرام کا وعظ و نصیحت سنکر اہل ذکر صالحین کے قلوب میں رقت و نرمی، جسم پر لرزہ کپکپی طاری ہو جانا وجد میں آکر بے اختیار زمین پر گرنا اور دوڑنا، ابتدا اسلام سے لے کر آج تک کبھی زیادہ اور کبھی کم، لیکن موجود رہا ہے۔

ایک اہم موضوع پر مستند و مدلل مقالہ جسے علماء و صلحاء نے خوب پسند کیا اور اس کی اشاعت کو بھی سراہا

وجد و جذبہ

بعض صالحین عشق و محبت خداوندی اور ذکر اللہ میں محویت و فنائیت کے عالم میں دنیا و ما فیہا سے بے خبرولا تعلق ہو جاتے ہیں اور بیخودی کے عالم میں بلند آواز سے ذکر' تلاوت کرتے' حمد و نعت پڑھتے 'گریہ زاری کرتے' بلا اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آتے' بدن پر لرزہ کپکپی طاری ہو جاتی' کبھی دوڑتے زمین پر گرتے' لیٹتے جسم و جان کی پرواہ کیے بغیر درختوں اور دیواروں سے ٹکراتے' آگ میں کود پڑتے' انگارے تک اپنی جھولیوں میں اٹھا لیتے سردی گرمی کی تفریق کئے بغیر کئی کئی گھنٹے پانی میں اچھلتے رہتے اور عموماً" صحت پر بھی کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ یہ کوئی کہاوت' مبالغہ آمیز حقیقت نہ محض مئولف کا اپنے مشائخ کے یہاں مشاہدہ نہیں بلکہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک ایسے بیسیوں واقعات سینکڑوں افراد نے مشاہدہ کئے مشہور محدثین اور فقہاء نے ایسے واقعات پر مہر تصدیق ثبت کی۔ بقول محدث ابن قیم ذاکر کے جسم میں ذکر اللہ کی بدولت اس قدر قوت و طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ بعض اوقات وہ ایسے کام کر لیتا ہے کہ بغیر ذکر کے اس شخص سے ایسے افعال کا صدور نہیں ہو سکتا۔

وجد کی اصل قرآن مجید سے سورہ زمر کی آیت 23 میں ارشاد الٰہی ہے۔ اللہ نزل احسن الحدیث کتاباً متشابھا مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربھم ثمّ تلین جلو دھم و قلوبھم الیٰ ذکر اللہ ذالك ھدی اللہ یھدی به من یشاء ومن یضلل اللہ فماله من ھاد (یعنی اللہ نے سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے وہ دوہرے بیان والی ہے اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے بدن

پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑ جاتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے اس سے راہ دکھائے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں)

کے تحت مفسر قرآن حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ لکھتے ہیں اولیاء اللہ کا یہ حال ہے کہ اللہ کے ذکر خصوصاً تلاوت قرآن کریم سے ان پر ایسی ہیبت الٰہی طاری ہوتی ہے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' جسم کانپ جاتے ہیں' مگر دل چین پاتے ہیں' دلوں میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔ تفسیر نعیمی 725۔

الغرض قرآن و حدیث اور کتب فقہ و فتاویٰ و تصوف میں غیر اختیاری طور پر کسی کیفیت پیدا ہونے کے لئے وجل' وجد' جذبہ' رقص اور اقشعرار کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور یہ ایک طرح کی عمدہ وصف ہے' تاہم بزرگی یا ولایت کی نہ تو دلیل ہے نہ ضروری۔

حضرت امام غزالی قدس سرہ نے الاملاء عن اشکالات الاحیاء میں حضرت ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے فرمایا ہے اَلْوُجْدُ رَفْعُ الْحِجَابِ وَ مُشَاہَدَۃُ الرَّقِیْبِ وَ حُضُوْرُ الْفَہْمِ وَ مُلَاحَظَۃُ الْغَیْبِ وَ مُحَادَثَۃُ السِّرِّ وَ اِیْنَاسُ الْمَفْقُوْدِ ص ۵۴۱ الاملاء

یعنی وجد حجابات کے اٹھ جانے' محبوب حقیقی کے مشاہدہ کرنے' فہم اور سمجھ کے حاضر رہنے' پوشیدہ چیز (شریعت و طریقت کے رموز و اسرار) ملاحظہ کرنے' بھید کی بات چیت کرنے' کھوئے ہوئے (محبوب) سے مانوس ہونے کا نام ہے۔

اسی صفحہ میں مزید تفصیل سے بیان فرمایا کہ اسی کیفیت سے تصدیق غیبی از خود پیدا ہوتی ہے اور جب یہ دل میں جاگزیں ہو جائے تو ہر قسم کے شک و

شبہ (شریعت کے امور میں) زائل ہو جاتے ہیں نفس کے آثار اور اس کے اسباب، حجابات میں چلے جاتے ہیں اور یہ اسباب منقطع ہوتے ہی خالص ذکر حاصل ہو جاتا ہے۔ قلب نرم اور صحت مند اور صاف ہو جاتا ہے وعظ و نصیحت اس میں سرایت کر جاتے ہیں۔ وغیرہ۔

احیاء علوم الدین ص ۲۹۶ جلد دوم میں حضرت غزالی قدس سرہ نے فرمایا اَلْوَجْدُ الْحَقُّ هُوَ مَا يَنْشَأُ مِنْ فَرْطِ حُبِّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ صِدْقِ إِرَادَتِهٖ وَ الشَّوْقِ إِلٰى لِقَائِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبہ صدق نیت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں جو حالت پیدا ہو وہی وجد ہے۔

وجد کے اسباب

اسی صفحہ میں مزید فرمایا وَ مِنْ اَسْبَابِهَا السَّمَاعُ وَ مُجَالَسَةُ الصَّالِحِيْنَ وَالْخَائِفِيْنَ وَالْمُحْسِنِيْنَ وَالْمُشْتَاقِيْنَ فَمَنْ جَالَسَ شَخْصًا سَرَتْ اِلَيْهِ صِفَاتُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَدْرِىْ وَ يَدُلُّ عَلٰى اِمْكَانِ تَحْصِيْلِ الْحُبِّ وَ غَيْرِهٖ مِنَ الْاَحْوَالِ بِالْاَسْبَابِ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِىْ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُقَرِّبُنِىْ اِلٰى حُبِّكَ

(اور اس کے اسباب میں سے سماع (حمد، نعت، منقبت وغیرہ سننا) اور صالح، خائف خدا، نیک، متواضع لوگوں کی صحبت ہے جو ملاقات خداوندی کے لئے مشتاق ہیں۔ اس لئے کہ جو جس کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ اس کی صفات بیٹھنے والے میں سرائیت کر جاتی ہیں یہاں تک کہ اس کو پتہ ہی نہیں چلتا ان

(بزرگوں کی صحبت سماع وغیرہ) اسباب کے محبت خداوندی و دیگر احوال کے حصول کے لئے امکانی ذریعہ ہونے کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلیل ہے جو آپ دعا میں فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے اپنی محبت عطا کر اور ان کی محبت جو تجھ سے محبت رکھتے ہوں اور ان کی محبت جو مجھے تیری محبت کی طرف قریب کریں۔

وجد کی علامات

وَكُلُّ مَا يُوْجَدُ عَقِيْبَ السَّمَاعِ فِي النَّفْسِ فَهُوَ وَجْدٌ فَالطَّمَانِيَّةُ وَالْاِقْشِعْرَارُ وَالْخَشْيَةُ وَلِيْنُ الْقَلْبِ كُلُّ ذَالِكَ وَجْدٌ

سماع کے بعد طبیعت میں جو کیفیت پیدا ہو اسی کا نام وجد ہے۔ خواہ وہ اطمینان و سکون کی صورت میں ہو یا بدن کے بال کھڑے ہو جانے کی صورت میں یا خوفِ خدا اور دل میں نرمی پیدا ہونے کی صورت میں، یہ تمام وجد میں داخل ہیں۔ الغرض ' وجد و جذبہ اہم ' ضروری یا مقصودی نہ ہوتے ہوئے بھی ایک سالک کی سعادت مندی کی دلیل ضرور ہے کہ اس سے دنیاوی خیالات و فکرات زائل ہوتے ہیں۔ بندہ کا صحیح تعلق اپنے خالق و مالک ' محبوب و معبود حقیقی سے ہو جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ کے رموز و اسرار دل نشین ہو جاتے ہیں وغیرہ۔

ایسے عمدہ وجد کے جواز کے لئے چنداں دلائل کی ضرورت تو نہ تھی۔ لیکن چونکہ بعض ظاہر بین جو کہ دین متین کی گہرائیوں میں جانے اور تفکر کی نعمت ' نیز ایسے بلند مراتبِ قرب سے محروم و محجوب ہیں' ایسی بابرکات حالات

پر بلاوجہ انکار اور اعتراض کرتے چلے آئے ہیں اور اس قسم کے وجد و جذبہ بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی موجود ہیں اس لئے مشت از نمونہ خروار دلائل و واقعات پیش خدمت ہیں' امید واثق ہے کہ بغائرہ ان کے مطالعہ کے بعد طالب حق کو تسلی ہو گی وہو مرامی و منتہائی۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وجد

رسالہ چہل حدیث (مرتبہ امام عمر بن سعید علیہ الرحمۃ) حدیث نمبر ۴ کے حوالہ سے مولانا مولوی عبدالشکور صاحب حنفی' قادری' نقشبندی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَنْزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ اِنَّ فُقَرَاءَ اُمَّتِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ فَهُوَ خَمْسُمِاءَةِ عَامٍ فَفَرِحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفِيْكُمْ مَنْ يُنْشِدُنَا فَقَالَ بَدْوِيٌّ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَاتِ فَاَنْشَدَ الْبَدْوِيُّ (شعر)

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِيْ
فَلَا طَبِيْبَ لَهَا وَلَا رَاقِ
اِلَّا الْحَبِيْبَ الَّذِيْ شَغَفْتُ بِهٖ
عِنْدَهٗ رُقْيَتِيْ وَ تِرْ يَاقِيْ

فَتَوَاجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَوَاجَدَ الْاَصْحَابُ مَعَهٗ حَتّٰى سَقَطَ رِدَائُهٗ عَنْ مَنْكِبَيْهِ فَلَمَّا فَرَغُوْا

اَدْنٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ اِلٰی مَکَانِهٖ قَالَ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ مَا اَحْسَنَ لَعْبُکُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ مَهْ یَا مُعَاوِیَةُ لَیْسَ بِکَرِیْمٍ مَنْ لَمْ یَهْتَزَّ عِنْدَ ذِکْرِ الْحَبِیْبِ ثُمَّ قُسِّمَ رِدَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ مَنْ حَاضَرَ هُمْ بِاَرْبَعِ مِاۃِ قِطْعَاتٍ

رہنمائے سالکین ص ۱۳۹ مطبوعہ حاجی عبدالغفور

بجہ عباسیاں ریاست بہاولپور

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کی امت کے غرباء تونگروں سے نصف دن پہلے جنت میں جائیں گے جو (دنیا کے لحاظ) پانچ سو برس کے برابر ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا! کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے (جو خوشی کے اس موقع پر) ہم کو اشعار بنا کر سنائے؟ اس پر ایک بدوی (دیہاتی) نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں سناؤنگا آپ نے فرمایا لاؤ (سناؤ) بدوی نے یہ اشعار سنائے (جن کا ترجمہ یہ ہے)

میرے جگر کو (محبوب کی) خواہش کے سانپ نے ڈس لیا۔ جس کے لئے نہ تو کوئی حکیم ہے نہ جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔

مگر وہ حبیب (مخلص ساتھی) جس کی محبت سے میں فریفتہ ہوں اسی کے پاس میرے لئے تریاق بھی ہے اور تعویذ بھی۔

(یہ اشعار سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر وجد طاری ہو گیا یہاں تک کہ رسول ﷺ کے دوش مبارک سے چادر مبارک گر پڑی' پھر جب وجد سے فارغ ہوئے' (وجد فرو ہوا)تو ہر ایک اپنے اپنے مکان پر گیا (جہاں پہلے تشریف فرما تھے) تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کتنا ہی حسین لعب (کھیل) ہے۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ایسا نہ کہو (یعنی اس مخصوص حالت کو کھیل سے تشبیہ نہ دو یہ محبوب حقیقی کی یاد سے جنبش تھی اور) جو شخص اپنے محبوب کا ذکر سن کر جنبش میں نہ آئے وہ کریم (بزرگ) نہیں ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کی اس وقت زیب تن کی ہوئی۔) چادر مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کئے گئے۔

یہ حدیث شریف شعرو اشعار ' سننے ' سنانے اور وجد و جذبہ کے جواز کے لئے واضح دلیل ہے۔ اس لئے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنانے کا امر کیا۔ ۲۔ اشعار سن کر آپ ﷺ کے اوپر وجد کا غلبہ ہوا ۳۔ اپنے اپنے مکانات سے (جہاں پہلے تشریف فرما تھے) ہٹ کر ادھر ادھر گئے ۴۔ اسی عالم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک سے چادر گر پڑی ۵۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وجد کو لہو و لعب کھیل کود سے تشبیہ دینے کو ناپسند کیا۔ نیز بزرگی کی علامت ہی یہ بیان فرمائی کہ اپنے محبوب کے ذکر سے حرکت و جنبش میں آ جائے۔ بس حضرات صوفیاء کرام بھی ان ہی چیزوں کو وجد و جذبہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

احیاء علوم الدین جلد دوم صفحہ نمبر ۲۹۷ میں حجتہ الاسلام حضرت امام

غزالی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک بار حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ نساء کی تلاوت کی جب آیہ مبارکہ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا" (۴۱) النساء پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگیں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا حَسْبُكَ (بس یہی کافی ہے) صحیح بخاری و مسلم) وَ فِىْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَرَءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَوْ قُرِءَ عِنْدَهٗ اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا" فَصَعِقَ (ایک اور روایت میں ہے کہ آیت (اِنَّ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تلاوت کی یا آپ کی موجودگی میں کسی اور نے تلاوت کی۔ آپ نے آواز بلند کی (ذکر اللہ سے) یاد رہے کہ لغت میں لفظ صعق کا معنی بے ہوش ہو جانا بھی مذکور ہے۔

قرآن سن کر تابعی کا بے ہوش اور جنوں کا فوت ہو جانا:۔

حدیث کی مشہور و مستند کتاب جامع ترمذی شریف میں قاضی بصرہ حضرت زرارہ بن اوفی تابعی رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ بنی قشیر کے محلہ میں امامت کرایا کرتے تھے ایک مرتبہ نماز فجر میں آیت مبارکہ فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ (۹ المدثر) پڑھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور فوت ہو گئے اس حدیث شریف کے تحت تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی میں قرآن سن کر مرجانے کے چند واقعات تحریر کئے گئے ہیں مثلاً" حضرت خلید رحمتہ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کی تلاوت کی اور چند بار تکرار کیا۔ گھر کے ایک کونے سے

آواز آئی کَم تُرَدِّدُ ----- کب تک اسی آیت کی تکرار کرتے رہو گے۔ اس سے چار جنوں کو تو مار چکے ہو جن کو آسمان کی طرف سر اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوئی پہلے ہی فوت ہو گئے یہ سن کر آپ رنج و غم سے اس قدر نڈھال ہو گئے کہ اہل خانہ تک حیران رہ گئے گویا کہ بدل گئے تھے (تحفۃ الاحوذی ص ۵۲۴ جلد ثانی)

الحدیقتہ الندیہ میں حضرت شیخ محمد بن اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امام شعرانی علیہ الرحمتہ کی کتاب تنبیہ المغترین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

قَرَءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ حَتّٰی بَلَغَ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ آیۃ فَخَرَّ مَغْشِیًّا عَلَیْہِ وَ صَارَ یَضْرِبُ عَلَی الْاَرْضِ سَاعَۃً کَبِیْرَۃً

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ تکویر کی تلاوت کی جب آیت مبارکہ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ پر پہنچے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کافی دیر تک زمین پر (ہاتھ پاؤں) مارتے رہے۔

وَ کَانَ مَیْمُوْنُ بْنُ مِھْرَانَ یَقُوْلُ سَمِعَ سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ قَارِئًا یَقْرَءُ وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ الآیۃ فَصَاحَ وَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی رَأْسِہٖ وَ خَرَجَ ھَائِمًا لَایَدْرِیْ اَیْنَ یَتَوَجَّہُ مُدَّۃَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ (الحدیقتہ الندیتہ ص ۱۰۹)

(حضرت میمون بن مہران سے مروی ہے کہ صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی سے آیت و ان جہنم الخ سنی خوف خدا سے چیخ ماری اور سر پر ہاتھ رکھ کر پریشان حالی کے عالم میں نکل

پڑے تین دن تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ کہاں چلے گئے۔ مشہور تابعی اور فقہ حنفی کے بانی امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے امام سے آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ الخ سنی تو بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ دوسروں کو معلوم ہو رہی تھی۔ الخیرات الحسان ص ۳۹

فائدہ : ان احادیث سے ثابت ہوا کہ وجد و جذبہ کی حالت میں بھاگنا' دوڑنا زمین پر گر کر ہاتھ پاؤں مارنا' نیز بلا اختیار کسی طرف چلا جانا' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔ چنانچہ رسالہ روح نماز ص ۲۳ میں حضرت امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن کسی سے آیت اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّالَہٗ مِنْ دَافِعٍ الآیہ سن کر بہت بڑی چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اٹھا کر گھر لائے گئے مسلسل ایک مہینے تک بیمار رہے۔

حضرت ابو جریر تابعی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت صالح مری رحمتہ اللہ علیہ سے تلاوت قرآن مجید سن کر چیخ ماری اور فوت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (حوالہ مذکور)

متاخرین علماء و صلحاء کے چند واقعات:۔

حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے مذکورہ چند واقعات کے بعد' بعد کے چند واقعات بھی پیش کئے جاتے ہیں تاکہ صراحتہ" یہ معلوم ہو کہ وجد و جذبہ کسی فرد یا کسی زمانہ سے خاص نہیں بلکہ قرآن سن کر یا وعظ و نصیحت سن کر یا اپنے پیرو مرشد کی زیارت سے مستفیض ہو کر مدہوش ہونا وجد و جذبہ کی حالت میں گرنا' کودنا وغیرہ ہر زمانہ میں ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک بار مجلس میں درج ذیل بیت سن کر وجد میں آ گئے۔

مَازِلْتُ اَنْزِلُ مِنْ وِدَادِکَ مَنْزِلًا
تَتَحَیَّرُ الْاَلْبَابُ عِنْدَ نُزُوْلِہٖ

(تیری محبت کی بدولت میں اس منزل میں پہنچا' جہاں تیری آمد سے عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔)

یہ سن کر وجد کے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے اور آوارہ پھرنے لگے یہاں تک کہ کاٹے ہوئے گنوں کی جھاڑی میں چلے گئے۔ گنوں کی پوریاں جو زمین میں موجود تھیں تلوار کی مانند تیز تھیں (پاؤں کو کاٹ رہی تھیں) آپ مذکورہ شعر دہراتے ہوئے صبح ہونے تک وہاں گھومتے رہے۔ اس حال میں کہ پاؤں سے خون بہہ رہا تھا اور پاؤں اور پنڈلیاں سوج گئیں تھیں' اس کے بعد کچھ دن زندہ رہ کر فوت ہو گئے۔ وجد و فہم میں یہ صدیقین کا درجہ ہے اَلْاِمْلَاءُ عَنْ اِشْکَالَاتِ الْاِحْیَاءِ ص ۵۳۷ لِلْاِمَامِ غَزَالِیْ قَدَّسَ سِرَّہٗ عَلٰی ھَامِشِ الْاِتِّحَافِ

سید السادات حضرت محبوب سبحانی شیخنا و مرشدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر بیسیوں افراد کا بے خود اور بے ہوش ہونا' بلکہ مرغ بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کر جان جان آفریں کے سپرد کرنے کے واقعات تو تواتر سے ثابت ہیں۔

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم بن امام، زبانی قدس سرہ کے صاحبزادہ اور خلیفہ حضرت شیخ سیف الدین مجددی رحمتہ اللہ تعالیٰ جو کہ سلطان عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے مربی اور مرشد تھے' ان پر وجد و شوق کی ایک خاص کیفیت ہر وقت طاری رہتی تھی، جس کسی کی زبان

سے اسم گرامی اللہ سنتے آپ پر وجد طاری ہو جاتا بسا اوقات بے اختیار مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے' ایک شب حجرہ کی چھت پر نماز تہجد کی تیاری کر رہے تھے کہ کہیں سے بانسری کی آواز سنائی دی آپ پر وجد طاری ہو گیا حتیٰ کہ سرمستی اور مدہوشی میں چھت سے نیچے گر گئے۔ دست مبارک پر بہت چوٹ آئی جب ہوش آیا تو فرمانے لگے' ترک سماع مارا بے دردی گو بند بیدرد البتا داند کہ باستماع سماع صبر میکند یعنی میں ترک سماع کی باعث بے درد کہتے ہیں بے درد تو وہ ہیں کہ سماع سنکر صبر کر لیتے ہیں۔ 306 علماء ہند کا شاندار ماضی جلد اول۔

مشہور و معروف ماہر علم نحو و منطق حضرت سید میر شریف جرجانی رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے اوپر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اسی عالم میں آپ کے سر سے دستار بھی گر پڑی۔ کافی دیر بعد جب سنبھلے اور آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا بڑے عرصہ سے یہ میرے دل کی خواہش تھی کہ کاش مجھے ایک ساعت ہی ایسی میسر آ جائے جس میں میری لوح مدرکہ (عقل و خرد) سے علمی نقوش (مختلف علوم عقلیہ کے خیالات) مٹ جائیں تو بہتر ہے الحمد للہ آج مجھے وہ مطلوب ساعت میسر آ گئی اور مجھے غیر معمولی سرور و لذت حاصل ہوا۔ (رشحات ص ۸۲ مؤلفہ مفسر قرآن حضرت شیخ فخر الدین علی بن حسین المشہور واعظ کاشفی رحمتہ اللہ علیہ)

ولی کی زیارت سے وجد:۔ حضرت سلطان الاولیاء سید شاہ مردان شاہ اول رحمتہ اللہ علیہ (چھٹے پیر صاحب پاگارہ جو کہ حضرت کوٹ دھنی رحمتہ اللہ علیہ کے لقب سے مشہور تھے) کے حالات زندگی میں مرقوم ہے کہ آپ دستور کے مطابق ۲۷ رجب کو مریدین کو زیارت سے مستفیض فرماتے اور نصیحت فرماتے

تھے تو بہت سے فقراء پر وجد و حال طاری ہو جاتا تھا کئی بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے جبکہ گریہ و زاری تو جماعت میں عام ہوتا تھا۔ تاریخ پاگاراں ص ۱۰

ولی کے غائبانہ کلام سے وجد:۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ جن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ آپ کو مطلق آواز یہاں تک کہ چکی کے پیسنے کی آواز پر بھی وجد ہو جاتا تھا۔

کسانیکہ ایزد پرستی کنند

باآواز دولاب مستی کنند

یہ حضرت ایک بار تھانیسر تشریف لے گئے جہاں ان کے ایک جولاہا مرید بھی رہتے تھے اور فقہی مسائل کے سلسلہ میں حضرت مولانا جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا موصوف نے فقیر صاحب مذکور کو فرمایا' تمہارے ناچنے والے پیر صاحب بھی تو آئے ہیں (اس سے ان کا مقصود شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی کثرت وجد پر تنقید کرنا تھا) گو مولانا صاحب کے یہ کلمات ان کو شاق گذرے لیکن صبر کیا اور چلے آئے موقع مناسبت سے یہ بات حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کو بھی سنا دی' شاہ صاحب قدس سرہ نے سن کر فرمایا ! اگر آئندہ میرے متعلق یہ کلمات (ناچنے والے پیر) دہرائے تو ان کو کہنا وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔

چنانچہ دوسری بار جب فقیر صاحب کے سامنے مولانا صاحب نے مذکورہ کلمات دہرائے تو انہوں نے فوراً" کہہ دیا کہ جی وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔ فقیر صاحب کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہی مولانا جلال الدین قدس سرہ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ حالت وجد کا غلبہ ہو گیا اور کھڑے ہو کر ناچنے لگے۔

بالآخر یہی مولانا جلال الدین حضرت شاہ عبدالقدوس علیہ الرحمہ کے مرید بلکہ خلیفہ بنے۔ یہ کیا تھا ایک اللہ والے کے غائبانہ کلام کا اثر و کمال۔

(رسالہ الظاہر ص ۲۴ مطبوعہ مکتبہ تھانوی الابقاء کراچی)

سندھ کے مشہور ولی حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات میں ہے کہ جب آپ حضرت شاہ عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ (بلڑی والے) کے عرس کے موقع پر تشریف لے گئے سماع کے وقت آپ پر وجد کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اپنے کچھ کپڑے (قمیض یا عمامہ وغیرہ) اتار کر دوہے پڑھنے والے فقراء کی طرف پھینک دیئے۔ یہ دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی کپڑے ان کی طرف پھینکے یہاں تک کہ اس قدر کپڑوں کا وزن ہو گیا کہ اونٹ ہی اٹھا سکتا تھا۔ (بھٹ دھنی ص ۵۶)

حافظ محمد ضامن صاحب نے کچھ قمریاں پال رکھی تھیں اور ان کی حق سرہ کی آواز پر بعض وقت بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ حاشیہ انوار قاسمی ص ۱۳۴

دارالعلوم دیوبند میں وجد:۔ مولانا اشرف علی صاحب دیوبندی کی اشرف السوانح ص ۶۴ کے حوالہ سے صاحب رہنمائے سالکین نے لکھا ہے کہ

دوران وعظ میں اکثر سامعین پر گریہ اور بعض پر وجد اس حد تک طاری ہوتا تھا کہ لوٹنے تڑپنے لگ جاتے تھے چنانچہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستاربندی میں حضرت مولانا موصوف کے وعظ میں ایک صاحب پر اس قدر شدید کیفیت وجد طاری ہوئی کہ وہ کسی طرح فرو نہ ہوئی یہاں تک کہ وعظ کا مجمع ہی باطل درہم و برہم ہو گیا اور وعظ ناتمام ہی رہا۔

نیز اسی کتاب کے ۱۳۰ و ۱۳۱ میں مولانا خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب نے دارالعلوم کانپور کے ایک طالب علم کا واقعہ لکھا ہے کہ بوستان کے درس میں

بہ مجنوں کسے گفت کہ اے نیک پے

چہ بودت کہ دیگر نیائی بطے

اشعار سن کر وجد میں آ کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد کرتے ہوئے زور زور سے بھاگتے ہوئے بازار کی طرف نکل گئے جو ملتا اس سے یہی کہتے یہاں تک کہ ہندوؤں سے بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہلوایا۔ نماز عصر کے وقت ہونے پر کہنے پر وضو تو کر لیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن نماز عجیب طرح کی پڑھی کہ بجائے اللہ اکبر کے آہ آہ کہتے تھے اور بجائے تلاوت کے عشقیہ اشعار پڑھتے تھے۔ حالانکہ اس سے قبل انہیں کبھی اشعار پڑھتے ہی نہ سنا گیا اس نماز میں انہوں نے سجدے بھی بے تعداد کئے۔ رات بھر یہی کیفیت رہی دوسرے روز جب کانپور کے درویش میاں خاکی شاہ سے کیفیت سلب کرائی گئی تو رات کو خواب میں اس طالب علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ اس فقیر سے کہہ دینا کہ کیا تیری کم بختی آئی ہے کہ ایسی نعمت کو سلب کرتا ہے؟ (تلخیص رہنمائے سالکین)

خاندان مجددیہ سرہندیہ کے عظیم چشم و چراغ حضرت شاہ غلام حسن صاحب پشاوری متوفی 12.4 (جن کے فیض وارشاد کی جہانگیری اس قدر وسیع ہوئی کہ جب پہلی بار آپ کابل تشریف لے گئے تھے تو پہلے روز اٹھارہ ہزار افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

لوگوں کی کثرت آمد کے بعد دوسرے دن سے تعداد لکھنے کے دفاتر بند کر دیئے گئے) کہ اہل صحبت پر جذبہ غالب رہتا تھا۔ لوگ بے ہوش ہو جاتے تھے بعض تو بالکل دیوانے ہو

جاتے تھے' اہل حلقہ اپنے آپ پر کنٹرول نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا وجد و حال کے غلغلہ سے پورے محلہ میں شور مچا رہتا تھا۔ راستے گلیاں اور بازاران مستوں سے بھرے رہتے' راستے تک بند ہو جاتے تھے' بہت سارے زنجیروں سے باندھ دیئے جاتے تھے' بعد میں آپ پر خاندانی ورثہ کا پرتو سایہ فگن ہوا کہ اہل صحبت پر وقار متانت اور صبر و تحمل کی کیفیت طاری ہونے لگی بیزاری اور چیخ و پکار سے آرام ملا۔ اپنے سلوک و تسلیک کے بارے میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا۔

ص 24 لذہ الاروح تصنیف لطیف حضرت خواجہ شاہ غلام نبی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔

سید سلیمان ندوی اور وجد

برصغیر میں سید سلیمان ندوی تاریخ اسلام کے حوالہ سے زیادہ مشہور ہیں' ساتھ ہی تصوف اور بزرگان دین سے دوری میں بھی مشہور ہیں' مواعظ مظہری صفحہ نمبر 80 میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب نے ان کے وجد و جذبہ کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔ لکھتے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے مولانا محمد ہاشم جان سرہندی (ٹنڈو سائیں داد سندھ والے) رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا.........

میں چند احباب کیساتھ بسی سے حافظ عبدالکریم کے یہاں واپس ہوا تو احباب نے سرہند شریف میں فاتحہ خوانی کے لئے اصرار کیا' چنانچہ ہم سب لوگ سرہند پہنچے مجھے چونکہ اولیاء اللہ سے کوئی خاص عقیدت نہ تھی اس لئے میں تو باہر مسجد کے احاطہ والی دیوار پر جوتے پہنے ہوئے بے تکلفانہ پیر لٹکا کر بیٹھ گیا اور احباب اندر چلے گئے' تھوڑی دیر کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ درگاہ سے ایک نورانی صورت سفید ریش بزرگ میری طرف چلے آرہے ہیں' مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی کیونکہ وہاں اس وقت کوئی نہ تھا' وہ بزرگ میرے سامنے آ کر ٹھہر گئے اور فرمایا!

مکتوبات ماخواندہ؟ (آپ نے ہمارے مکتوبات (جوکہ مکتوبات امام ربانی کے نام سے عام ہیں' پڑھے ہیں) میں نے جواب دیا' خواندہ ام (میں نے پڑھے ہیں)

پھر فرمایا---فہمیدہ؟ (سمجھے ہیں)

میں نے عرض کیا---خواندہ ام اما اند کے فہمیدہ ام پڑھے ہیں لیکن سمجھے کم ہیں اس سوال و جواب کے بعد مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں ہوش میں نہ رہا اور بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ جب احباب فاتحہ خوانی کے بعد واپس آئے تو مجھ کو اس حالت میں دیکھا کہ بے ہوش پڑا ہوں۔ منہ سے جھاگ نکل رہی ہیں انھوں نے پانی چھڑکا تھوڑی دیر بعد ہوش میں آیا اور سارا ماجرا سنایا۔

مولانا محمد ہاشم جان سرھندی کے علاوہ مولانا ندوی نے یہ واقعہ پیر محمد اسحاق نقشبندی مجددی سرھندی کو بھی سنایا اور واقعہ سنانے کے بعد کہا! میں سچ کہہ رہا ہوں کہ مجھے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مسلمان بنایا ہے' اس سے پہلے میں مسلمان نہ تھا'

صفحہ 71/70 اسوء التعز یر فی تصور التصویر مولفہ مناظر اسلام شیخ الحدیث والقرآن حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہ۔

ولی کامل حضرت شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ تہجد کے لئے اٹھے کہ بانسری کی آواز سنی۔ بے تاب ہو کر گر پڑے جس سے دست مبارک میں چوٹ آگئی۔ تو فرمایا کہ لوگ ہمیں بے درد کہتے ہیں' بے درد تو وہ خود ہیں جو سماع کی تاثیر پر صبر کرتے ہیں۔ (مقامات مظہری مترجم ص ۷۰)

طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مرشد کامل سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کو اعلی درجہ کا استغراق حاصل تھا۔ چنانچہ پندرہ سال تک افاقہ نہ ہوا۔ مگر نماز کے وقت نماز ادا کر کے پھر مغلوب الحال ہو جایا کرتے تھے۔ ص ۸ مقامات مظہری

نیز اوائل حال میں (حضرت مرزا شہید قدس سرہ) کی توجہ شریف کی تاثیر سے لوگ بے تاب ہو جاتے اور کمال استغراق کی وجہ سے بیخود ہو کر گر پڑتے اور شوق کی حرارت دلوں کو راہ سلوک پر آمادہ کرتی اور محبت کی جاذبہ سے مقامات کو طے کرتے۔(ص ۴۴ حوالہ مذکورہ)

چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت محمد احسان مقام جذبہ کی شورش اور بے تابی کی وجہ سے ارباب حلقہ و ذکر کی معیت اور طمانیت میں تشویش پیدا کرتے آپ نے انہیں اعلی مقام میں جہاں پر باطن کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ بطور طفرہ پہنچا دیا۔ فوراً" وہ گھبراہٹ اور شورش جاتی رہی اور ان کی باطنی نسبت پر اور طرح سے حالات وارد ہونے لگے۔ ص ۴۵ حوالہ مذکور

فائدہ:۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس سرہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ شورش و جذبہ کمال کی علامت نہیں' کمال کا مقام اس کے بعد ہے۔

توجہ سے وجد:۔ نیز مقامات مظہری ص ۲۰۶ میں ہے کہ ایک بار نماز فجر کے بعد ذکر و مراقبہ سے پہلے آپ نے یہ فرماتے ہوئے مولوی کرامت علی صاحب پر توجہ فرمائی کہ بحق بہاؤالدین میں تجھے بے محنت دوں گا۔ بقول مولوی صاحب مذکور میں بے ہوش ہو گیا۔ گویا میرا دل سینہ سے باہر نکل گیا ہے مدت بعد ہوش میں آیا تو آپ حلقہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ اور میں دھوپ میں تھا۔

آج کل وجد کم ہو گیا ہے:۔ سیدی و مرشدی حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ بعض اوقات وجد و جذبہ کے ذکر میں فرمایا کرتے تھے کہ آج کے زمانہ میں پہلے کی نسبت جذبہ بہت کم رہ گیا ہے۔ حالانکہ میرے پیرو مرشد

حضرت پیر فضل علی قریشی مسکین پوری رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں کثرت سے جذبہ ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے ابتدائی زمانہ میں جب سندھ میں تشریف فرما ہوئے فقراء پر جذبہ کا غلبہ رہتا تھا۔ لیکن بعد میں تدریجاً یہ جذبہ کم ہوتا گیا۔ مسکین پور شریف میں جذبہ کلیہ عالم تھا کہ بعض فقراء کو لنگر لینے یا کھانے کا مطلق پتہ نہ چلتا۔ اسی طرح رمضان المبارک میں کئی ایک نے مسلسل بھوک پر کئی روزے رکھے۔ دوسرے فقراء ان کے لئے لنگر کا کھانا لے کر قریب رکھ دیتے کہ جذبہ فرو ہونے کے بعد کھالیں گے۔ لیکن کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ کھانا بلی وغیرہ کھا گئی اور یہ بے خبر رہے۔ بعد میں ذکر سے غفلت اور پوری طرح تقویٰ کی پابندی نہ ہونے نیز بے قدری اور بعض لوگوں کے بلاوجہ اعتراضات کی وجہ سے مشائخ نے خود ہی اس وجد و جذبہ میں کمی کر دی ہے۔

احقر مؤلف عرض پرداز ہے کہ گو کہ سابقہ زمانہ کے بالمقابل آج کل جذبہ کم سہی لیکن پھر بھی سیدی مرشدی سوہنا سائیں قدس سرہ اور آپ کے بعد حضرت صاحبزادہ سیدی و مرشدی مجن سائیں مدظلہ کی نظر کرم اور ذکر اللہ کی بدولت آپ کی جماعت میں وجد و جذبہ کافی حد تک موجود ہے۔

آپ کے خطاب بالخصوص سالانہ عرس مبارک کے موقع پر گریہ زاری' رقت قلبی اور کسی حد تک گرنے تڑپنے (جسے صوفیاء نے رقص سے تعبیر کیا ہے) کے رقت آمیز مناظر قابل دید ہوتے ہیں۔ سالانہ عرس شریف کے ایصال ختم شریف اور حضور کے خطاب کے وقت تو شاید ہی کوئی آنکھ پرنم نہ ہو اور دل میں احساس نیکی کا شوق اور یک گونہ ولولہ و تڑپ پیدا نہ ہو۔ بس یہی حقیقی جذبہ و وجد ہے۔ دراصل یہ سب کچھ شریعت مطہرہ پر عمل کرنے

اور مشائخ طریقت کے نقش قدم پر چلنے کا صلہ، صدقہ اور ثمرہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فَبَارِکْ

متقدمین محققین کے چند اہم فتاوی

عمدہ الفقہاء والمحدثین حضرت شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر ہیتمی مکی رحمتہ اللہ علیہ سے ذکر کے حلقے قائم کرنے اور اس دوران وجد و جذبہ طاری ہونے کے متعلق کسی نے فتویٰ حاصل کیا ـــــ آپ نے اپنی معروف کتاب الفتاوی الحدیثیہ میں سائل کا سوال اور اس کا مفصل جواب خود تحریر فرمایا ہے جس کی تلخیص پیش ہے۔

الاستفتاء:۔

بعض فقراء نماز ظہر باجماعت ادا کر کے سنتوں سے فارغ ہو کر حلقہ بنا لیتے ہیں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اس کے بعد ان میں سے ایک دعا کرتا ہے اور دوسرے آمین کہتے ہیں۔ دعا کے بعد سارے ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں کسی غیر کی شرکت کے بغیر سب کا مقصد ایک ہوتا ہے (کوئی دنیاوی مقصد نہیں ہوتا) ظاہری حواس خاموش ہو جاتے ہیں جس سے ان کے باطن صاف ہو جاتے ہیں۔ مزاج کی خباثتیں ذکر کی ہیشگی سے جل کر فنا ہو جاتی ہیں۔ مزاج پاکیزہ بن جاتے ہیں۔ خشوع و خضوع کی سی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ کوئی درویش روتا ہوا نظر آتا ہے تو کوئی زمین پر گرتا اور بے ہوش ہوتا ہوا نظر آتا ہے اس دوران ان سے کچھ ایسی کیفیتیں بھی ظاہر ہو جاتی ہیں جو کہ وہ اپنے اختیار سے نہیں کرتے بلکہ کر ہی نہیں سکتے۔ ایسی حالت میں ان کو اپنے نفس، جسم و جان اور لباس تک کا پتہ نہیں ہوتا۔ صرف یاد خدا کی

لذت سے آشنا ہوتے ہیں بعض اوقات وہ حضرات ذکر اور بات چیت بھی سمجھ لیتے ہیں (لیکن پھر بھی اپنے آپ پر کنٹرول نہیں کر سکتے) براہ کرم ایسے حضرات کے متعلق نقلی اور عقلی دلائل سے شافی اور کافی جواب عنایت فرما دیں۔

الفتویٰ:۔

جو شخص ریاء سے امن میں رہے ' اس پر واردات حق کی تجلی ہو اور صدق و صفا کے معانی سے متصف ہو غیر کے حجابات اس کی چشم بصیرت کے سامنے سے ہٹ جائیں اس کو حق تعالیٰ کا حضور حاصل ہو۔ غیر کے خطرات و خیالات سے آزاد ہو کر مقام احسان پر فائز ہو۔ اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ایسی بابرکت حالت اور بلند مرتبہ کیفیت سے اپنے آپ کو دور رکھے بلکہ چاہئے کہ ان انوار و تجلیات کے حاصل کرنے کی دل سے کوشش کرے اور ان اسرار سے باخبر ہو کر لذت خطاب سے مستفیض ہونے کی سعی کرے۔

حق تو یہ ہے کہ جس کے لئے وصول حق (قرب خداوندی) کی راہ اس طرح ہموار ہو جائے اس کے لئے اس سے اعراض کرنا (منہ پھیرنا) جائز ہی نہیں ہے تاوقتیکہ حکمت و معرفت کے چشموں سے فیض یاب نہ ہو۔

اس مقام کے افضل و اعلیٰ معلوم ہونے کے بعد اس راہ میں ان لوگوں کی پرواہ نہ کرے جو ٹھٹھہ یا مذاق کریں ایسے لوگ خود محجوب (محروم) ہوتے ہیں۔ الفتاوی الحدیثیہ ص ۲۹۳' ۲۹۴

دوسرا فتویٰ: مفسر قرآن حضرت شیخ جلال الدین سیوطی قدس سرہ (جن کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا شَیخَ السُّنَّۃِ اور یا شَیخَ الحَدِیثِ

کہہ کر پکارا (ظفر المحصلین) سے بھی تقریباً" اسی قسم کا مسئلہ دریافت کیا گیا اور آپ نے بھی وضاحت سے اس کے اثبات و جواز کا جواب تحریر فرمایا بعینہ استفتاء اور فتویٰ ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ: بعض صوفیاء مجلس ذکر میں جمع ہو کر بیٹھے' ان میں سے ایک ذکر کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور کافی دیر تک اسی حال میں رہا جو اس پر وارد ہوا تھا' نہ معلوم یہ سب کچھ اس نے اپنے اختیار سے کیا تھا یا بلا اختیار بہرحال ایسی صورت پیش آنے پر کیا ایسے ذاکر کو منع کرنا اور جھڑکنا درست ہے تاکہ ایسا نہ کرے؟

الجواب: اس پر انکار کرنا نہ چاہئے بعینہ یہی سوال شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی قدس سرہ سے پوچھا گیا تھا۔ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ اس پر انکار نہ کرنا چاہئے ایسی حالت سے روکنے کے لئے اس پر زیادتی کرنا کسی کے لئے جائز نہیں اور جو ایسے شخص پر زیادتی کرے (مثلاً" اس کو مارے یا گھسیٹے) تو اس کو تعزیر (مناسب سزا یا ملامت جو حاکم یا قاضی تجویز کرے) دینی چاہئے۔

اسی طرح حضرت علامہ برہان الدین انباسی رحمتہ اللہ علیہ سے جب یہی مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے یہی مذکورہ جواب دیا مزید فرمایا صاحب حال' مغلوب (مجبور) ہوتا ہے جو ان پر انکار کرتا ہے محروم رہتا ہے۔ اس نے ابھی تک اس وجد کا مزہ چکھ کر نہیں دیکھا (ورنہ اعتراضات ہی بھول جاتا) یہاں تک کہ آخر میں فرمایا خلاصہ کلام یہ ہے کہ قوم صوفیاء کرام کے حالات تسلیم کرنے میں ہی سلامتی ہے۔ اسی قسم کے جوابات دیگر ائمہ حنفیہ و شافعیہ رحمتہ اللہ علیہم نے بھی تحریر کئے ہیں اور ان تمام حضرات نے موافقت میں جوابات دیئے کسی نے

مخالفت نہیں کی۔ (آخر میں حضرت سیوطی علیہ الرحمہ نے یہاں تک تحریر فرمایا کہ) اگر اسی قسم کے قیام کے ساتھ رقص (کودنا گرنا وغیرہ) بھی شامل ہو جائے تب بھی انکار کرنا درست نہیں' اس لئے کہ یہ حالت وجد اور لذت شہود (حضور باری تعالیٰ) سے طاری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَ خُلُقِیْ (تو سیرت و صورت میں میرے مشابہ ہے) تو اس خطاب کی لذت سے اٹھ کر رقص کرنے لگے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا (یاد رہے کہ اس قسم کے سکوت کو اصطلاح حدیث میں حدیث تقریری کہتے ہیں) **وجد کی لذت سے صوفیاء کرام کے رقص کرنے کے لئے یہ حدیث اصل اور دلیل ہے۔**

بڑے بڑے ائمہ کرام مثلاً" شیخ الاسلام خیر الدین بن عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ سے سماع اور ذکر کی مجالس میں اٹھ کھڑا ہونا اور رقص کرنا ثابت ہے۔ الحاوی للفتاویٰ ص ۲۳۴ جلد ثانی

اسی روایت سے صوفیاء کرام کے رقص و جذبہ ثابت کرتے ہوئے صاحب فتاوی خیریہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حَجَلَ کا معنی ہے مَشَیٰ عَلٰی رِجْلٍ وَّاحِدٍ یعنی آپ ایک پاؤں پر چلنے لگے اور دوسری روایت میں ہے وَ رَقَصَ (کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے رقص کیا) فتاویٰ خیریہ ص ۲۸۳۔

یاد رہے کہ آج تک خوشی کے مواقع پر عرب حضرات کے یہاں ایک پاؤں پر کھڑا ہو کر خوشی کا مظاہرہ کرنا مروج ہے۔

جب سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کی پرورش کے

بارے میں سیدنا حضرت علی اور حضرت جعفر اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف ہوا (اور ہر ایک یہی چاہ رہا تھا کہ ان کی خدمت و پرورش میں کروں) تو اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ (تم میرے اور میں تمہارا ہوں) یہ سن کر فرط مسرت و خوشی سے (حضرت علی کرم اللہ وجہہ حَجَل (خاص ہیئت پر رقص) کرنے لگے۔ اسی طرح جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَ خُلُقِیْ (آپ سیرت و صورت میں میرے مشابہ ہیں) یہ سن کر وہ رقص کرنے لگے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے جب فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا فَحَجَلَ (آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں) اس پر وہ رقص کرنے لگے۔

بوادر النوادر ص ۴۰۶

اسی کتاب میں مرسل حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجل و رقص کا ذکر خیر کرنے کے بعد فرمایا فِیْهِ اَصْلُ رَقْصِ اَهْلِ الْوَجْدِ لِفَرْحٍ اَوْ شَوْقٍ وَ لَوْ مِنْ غَیْرِ اِضْطِرَارٍ اِذَا لَمْ یَکُنْ لِغَرَضٍ فَاسِدٍ مِنَ الرِّیَاءِ وَ غَیْرِهٖ

یعنی اس حدیث میں وجد کرنے والوں کے رقص (گرنے، کودنے، دوڑنے وغیرہ) کے لئے دلیل ہے جو ان کو خوشی و شوق (وصال خدا کے غلبہ) سے ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ بے اختیار نہ ہوں (پھر بھی جائز ہے) بشرطیکہ ریاء یا اسی قسم کا کوئی اور فاسد مقصد نہ ہو۔ حوالہ مذکور و احیاء علوم الدین ص ۱۸۳ جلد ثانی۔

فائدہ: یاد رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو صحابہ رضی اللہ

عنہم نے جو کام کیا یا جو بات بیان کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اعتراض و انکار نہ کیا ہو تو اس کو اصطلاح اصول حدیث میں حدیث تقریری کہتے ہیں اور وہ حجت اور قابل استدلال ہوتا ہے۔

لہٰذا مذکورہ بالا حدیث میں تین جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مخصوص انداز سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرط مسرت و خوشی سے رقص کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے منع نہ کرنا صوفیاء کرام کے وجد و جذبہ کے ثبوت کے لئے واضح دلیل ہے یہی نہیں بلکہ اس سے تو یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر کوئی اختیاری طور پر اہل وجد و ذکر کی طرح جذبہ کرتا ہے تو بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں اپنی پارسائی' ریاء یا صوفیاء پر ٹھٹھہ مذاق کرنا مقصود نہ ہو۔

تیسرا فتویٰ: فقہ حنفی کی مشہور فتاویٰ خیریہ ص ۲۷۹ تا ۲۸۳ میں بھی تقریباً" اسی قسم کا مفصل جواب مذکور ہے جس کی تلخیص پیش خدمت ہے۔

مسئلہ:۔

بعض صوفیہ مسجد میں ذکر کا حلقہ قائم کرتے ہیں بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں اور یہ طریقہ ان کے آباؤ اجداد سے چلا آ رہا ہے صوفیاء قادریہ' سعدیہ مطاوعیہ وغیرہ اہل اللہ کے قصیدے بھی پڑھتے رہتے ہیں ذکر کے دوران ان پر غیر معمولی وجد بھی طاری ہو جاتا ہے۔ اس مخصوص حال میں کبھی وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور کبھی بیٹھتے ہیں وغیرہ ---- بعض لوگ ان کے رقص' مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنے اور اشعار پڑھنے کو نقص تصور کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' امام مالک رضی اللہ عنہم کے مذہب

میں جائز نہیں براہ کرم دلائل سے مسئلہ واضح فرما دیں۔ شیخ ابراہیم صماوی از دمشق

الجواب: ائمہ عظام کی کتب میں یہ مشہور قاعدہ مذکور و موجود ہے کہ تمام امور کا دارومدار مقصد و نیت پر ہے۔ ایک ہی چیز مقصد کی تبدیلی کی وجہ سے کبھی حلال اور کبھی حرام بن جاتی ہے۔ اور یہ اصول حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (صحیح بخاری و مسلم) سے ماخوذ ہے (یاد رکھو) صوفیاء کرام کے معمولات کی حقیقت کا انکار جاہل و احمق مزاج ہی کر سکتا ہے۔ آپ کے سوال حلقہ ذکر' بلند آواز سے ذکر اور شعر پڑھنے کے جواب میں (عرض ہے) کہ بلند آواز سے ذکر کرنا تو صحیح بخاری 'مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ کی حدیث وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ ----- (اور اگر مجھے جماعت میں یاد کرے گا تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کو یاد کروں گا) سے ثابت ہے' بلاشبہ بعض احادیث میں آہستگی سے ذکر کا حکم ہے دراصل یہ احکام' حالات اور اشخاص کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں (بعض اوقات میں جہری ذکر مناسب ہوتا ہے اور بعض اوقات میں خفی)

مسجد میں بلند آواز سے اشعار پڑھنے کے جواز کے لئے شیخ عبدالقاہر اسنی اشعری رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب دلائل الاعجاز میں کافی دلائل موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں اگر اور نہ سہی حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور مشہور قصیدہ ہی کچھ کم دلیل نہیں ہے۔ جس کے پڑھنے کے دوران خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشاروں سے لوگوں کو سننے کی طرف متوجہ فرما رہے تھے۔ اور اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک طرف کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی

طرف متوجہ ہوتے اور کبھی دوسروں کی طرف۔ اس کے علاوہ بھی کافی دلائل ہیں۔

رہی یہ بات کہ یہ لوگ رقص (بھاگ دوڑ' اٹھنا' لیٹنا وغیرہ) کرتے ہیں اس سلسلہ میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں بعض حضرات نے منع کیا ہے اور بعض نے منع نہیں کیا اس لئے کہ جب اسے حضور حق تعالیٰ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس پر وجد کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ جس کی تفصیل اس سے پہلے ذکر کی گئی ہے۔ ذکر اور سماع کی مجالس میں لذت وجد سے جو رقص صوفیاء کرام کے یہاں پایا جاتا ہے یہ روایت ان کے لئے اصل اور دلیل ہے۔

فتاویٰ تتارخانیہ سے بھی مغلوب الحال کے رقص کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ شیخ بلقینی' شیخ برہان الدین انباسی علیہما الرحمہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے اور اسی طرح بعض ائمہ حنفیہ اور مالکیہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا ہے۔ بشرطیکہ سالک کی نیت خالص ہو وجد میں سچا ہو (ریاء یا ٹھٹھہ' مذاق کے طور پر وجد نہ ہو) ایک ہی چیز کبھی صفت حلال سے متصف ہوتی ہے اور کبھی حرام سے الفتاوی الخیریہ علی ہامش الفتاوی الحامدیہ

مجموعہ فتاویٰ حضرت ابوالحسنات عبدالحیؒ لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ میں ہے

اَلتَّوَاجُدُ وَالْاِهْتِزَازُ وَالرَّقْصُ وَالتَّصْفِيْقُ وَ اَمْثَالُ ذَالِکَ اِنْ صَدَرَتْ مِنَ الذِّکْرِ فِيْ حَالَةِ الطَّرْبِ وَ الْخُرُوْجِ عَنْ حَيِّزِ الْاِخْتِيَارِ وَ غَلَبَةِ الشَّوْقِ اَخْرَجَتْهُ عَنْ حَيِّزِ الْخِيَرَةِ فَهُوَ فِيْ ذَالِکَ مَعْذُوْرٌ وَّ غَيْرُ مُلَامٍ مجموعہ فتاویٰ ص ۳۵۵

(وجد' حرکت کرنا' ہاتھ پیر مارنا' رقص (ناچنا کودنا) اسی طرح کی دوسری حالات اگر ذکر کے وقت خوشی و مسرت کی بنا پر ظاہر ہوں اور آدمی اپنے اختیار سے نکل چکا ہو' غلبہ شوق نے اس کو اختیاری حالت سے نکال دیا ہو تو وہ اس میں معذور اور ناقابل ملامت ہے۔

اسی طرح حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک آدمی نے آکر عرض کیا کہ یا حضرت یہ لوگ سماع کرتے ہیں اور وجد بھی کرتے ہیں ان کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے جواباً" ارشاد فرمایا دَعْوُهُمْ يَفْرَحُوْنَ مَعَ اللّٰهِ سَاعَةً فَقِيْلَ مِنْهُمْ مَنْ يُغْشٰى عَلَيْهِمْ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمُوْتُ فَقَالَ بَدَٰالَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ كذا فِىْ غِذَاءِ الْبَابِ شرح منظومة الآداب للشيخ محمد السفارى الحنبلى (رسالہ غفاریہ)

ان کو چھوڑ دو کہ کچھ دیر اپنے خالق و مالک سے شاداں رہیں عرض کی گئی کہ ان میں سے بعض بے ہوش ہو جاتے ہیں اور بعض مر بھی جاتے ہیں اس پر فرمایا یہ حالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حاصل ہوتی ہیں۔ (ان کے اختیار میں نہیں ہوتی) ان کو تو گمان تک نہیں ہوتا (کہ ہم پر یہ حالت وارد ہو گی۔)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور اہل وجد صوفیاء کرام:۔

النصرۃ النبوۃ اور اسی طرح اہل الفتوحات والاذواق کے مؤلفین نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ صوفیاء کرام سے محبت رکھتے اور ان کی تعظیم کیا کرتے تھے بلکہ دوسرے ائمہ سے بڑھ کر ان سے تساہل و رعایت کا

برتاؤ کیا کرتے تھے۔ راوی نے بتایا کہ ہمارے قصبہ میں صوفیاء کرام ذکر کے وقت وجد میں آ جاتے اور رقص کرتے تھے یہاں تک کہ زمین پر گرتے تھے۔ اس پر امام اعظم علیہ الرحمہ نے کبھی اعتراض نہ کیا۔ اور جب وہ حضرات آپ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ وہ مسائل پوچھتے تھے اور آپ ان کو جوابات مرحمت فرماتے تھے۔ بلفظہ: اِنَّ الْاِمَامَ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ مُحِبًّا لِلصُّوفِيَّةِ مُحْتَرِمًا لِمَكَانَتِهِمْ وَ لَرُبَّمَا يُوجَدُ لَهُ مِنَ التَّسَاهُلِ مَعَهُمْ مَالَمْ يُوجَدْ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَئِمَّةِ قَالَ الْمُخْبِرُ اِنَّهٗ كَانَ فِي بَلَدِنَا طَائِفَةٌ يَرْقُصُونَ لِلذِّكْرِ حَتّٰى يَسْقُطُوا عَلَى الْاَرْضِ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِمُ الْاِمَامُ وَ يَزُورُونَهٗ وَيُكْرِمُهُمْ وَيَسْئَلُونَهٗ وَيُجِيبُهُمْ

ص ۵ رسالہ التصوف بعد رسالہ نور الیقین مطبوعہ اشیق استنبول ترکی

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے عرض کی هٰؤُلَاءِ الصُّوفِيَّةُ جَلَسُوا فِي الْمَسْجِدِ بِلَا عِلْمٍ (یہ صوفی لوگ علم سیکھے بغیر مسجد میں بیٹھے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا اَلْعِلْمُ اَجْلَسَهُمْ فِي الْمَسْجِدِ اِنْ اَحَدُهُمْ يَرْضٰى بِكِسْرَةٍ وَ لَمَا اَحْسَنَ مَنْ يَرْضٰى مِنَ الدُّنْيَا بِكِسْرَةٍ (علم ہی نے تو ان کو مسجد میں بٹھایا ہے بلاشبہ یہ لوگ روٹی کے ایک معمولی سے ٹکڑے پر گزارہ کرتے ہیں اور یہ وصف بہت خوب ہے کہ بندہ دنیا کے معمولی سے ذرہ پر بھی راضی رہے (یعنی اگر جاہل ہوتے تو اس قدر غربت سے ناشکری کرتے' ہر حال میں راضی برضارہ کر اطاعت کرنا ہی تو علم ہے) پھر اس نے عرض کیا اِنَّهُمْ يَرْقُصُونَ وَ

يَتَوَاجَدُوْنَ (یہ لوگ رقص اور وجد بھی کرتے ہیں) اس پر فرمایا مِنْ فَرْحِهِمْ بِاللّٰهِ تَعَالٰى (اللہ تعالیٰ سے خوش ہونے کی بنا پر ہی تو یہ وجد و رقص کرتے ہیں) نزہتہ المجالس ص ۵۸ جلد اول مؤلفہ حضرت العلامہ الشیخ عبدالرحمن صفوری

حقیقی وجد میں کوئی حرج نہیں

فقہ حنفیہ کی فتاویٰ کی مشہور کتاب رد المختار جلد ثالث ص ۳۰۸ میں علامہ ابن کمال پاشا کے حوالہ سے علامہ ابن عابدین رحمہما اللہ نے تحریر فرمایا۔

مَا فِی التَّوَاجُدِ اِنْ حَقَّقْتَ مِنْ حَرَجٍ
وَلَا التَّمَائُلِ اِنْ اَخْلَصْتَ مِنْ بَاْسٍ
فَقُمْتَ تَسْعیٰ عَلیٰ رِجْلٍ وَ حَقٌّ لِمَنْ
دَعَاهُ مَوْلَاهُ اَنْ یَسْعیٰ عَلیٰ الرَّاْسِ

یعنی حقیقی وجد اور بے لوث (ریا و خود پسندی سے خالی ادھر ادھر) بل کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پاؤں کے بل تو تو چلتا ہی ہے۔ جسے اس کا مولا (خالق و مالک) بلائے اس کو تو سر کے بل کھسک کر آ جانا چاہیے۔

نیز مزید تفصیل سے بیان فرمایا کہ اس قسم کے حالات جو ذکر اور سماع کے وقت حاصل ہوں صرف ان لوگوں کے لئے جائز و مباح ہیں جو حق تعالیٰ کے عارف اور اپنے اوقات کو عمدہ اعمال میں صرف کرنے والے راہ حق کے مسافر ' اپنے نفس کو برے احوال سے بچانے پر قدرت رکھنے والے ہوں وہ اپنے معبود ہی سے تو سنتے ہیں (اگرچہ بظاہر کسی انسان کی آواز ان کے کانوں تک پہنچتی ہے۔) وہ صرف اسی کا اشتیاق رکھتے ہیں اسی کی یاد میں رو بیٹھتے ہیں اسی

کے رموز و اسرار بتا کر شکر ادا کرتے ہیں۔ جب اسے پا لیتے ہیں (ذات و صفات کی عکس سے مستفیض ہوتے ہیں) تو چیخیں مارتے ہیں اور جب اس کا مشاہدہ کرتے ہیں تو لذت و فرحت محسوس کرتے ہیں اور جب حضور و قرب خداوندی کی راہ چلتے ہیں تو رواں پانی کی مانند تیز تیز چلتے ہیں اور جب ان پر وجد کا غلبہ ہو جاتا ہے اور مشیت خداوندی کے چشموں سے سیراب ہوتے ہیں تو ان میں سے بعض رعب و ہیبت کی وجہ سے پگھلتے اور گر پڑتے ہیں اور بعض دوسرے لطف و کرم کے قمقموں سے جھومتے اور خوش ہوتے ہیں (بعض اوقات ہنسی خوشی کا جذبہ بھی ہوتا ہے) جبکہ بعض دوسرے قرب الٰہی کی راہ سے محبت خداوندی پا کر مدہوش ہو جاتے اور کھو جاتے ہیں (یعنی ان کو اپنے وجود تک کا پتہ نہیں چلتا) مجھے یہی کچھ جواب سمجھ آیا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ رد المحتار ص ۳۰۸ جلد ثالث

سماع

سماع لفظ کے لغوی معنی ہیں۔ شنوائی اور خوشگوار آواز حمد باری تعالیٰ نعت رسول مقبول ﷺ اور اولیاء اللہ کی تعریف میں منقبتیں بالخصوص اپنے شیخ کامل متبع قرآن وسنت کی شان میں اشعار سننا اور سنانا متقدمین ومتاخرین علماء ومشائخ طریقت کے نزدیک جائز بلکہ ایک مستحب و مستحسن فعل ہے۔ جیسا کہ مفسر قرآن وفقیہ اعظم حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے۔ سماع کی یہ خاصیت ہے کہ اس سے محبوب کی محبت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ جس کی چنگاری پہلے سے قلب میں موجزن ہوئی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کے حق میں سماع کو حرام کہا جاتا ہے کہ ان کے دل عورتوں اور بچوں کی محبت میں مشغول ہوتے ہیں اور سماع کے وقت وہ ان کی محبت میں مشغول اور خدا کے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے حق میں سماع لھوالحدیث (یعنی ایسے کھیل کود جس میں محض نفس کو خوش

کرنا مقصود ہو) میں داخل اور حرام ہے۔

لیکن وہ لوگ جن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت اور ذکر میں مشغول ہیں۔ اور وہ غیر اللہ سے بالکل بے تعلق ہیں۔ ان کے حق میں سماع محبت خداوندی میں مشغول ہونے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کے حق میں سماع مستحب (اچھی بات) ہے۔ قرآن مجید جسے لھوالحدیث حرام قرار دیتا ہے۔ صوفیاء کرام کا سماع اس میں داخل نہیں ہے'

اسی طرح احادیث مبارکہ میں جس غناء (راگ اور خوش الحان آواز سن کر دل میں جوش پیدا ہونا) کو حرام فرمایا گیا اس سے بھی لھو ولعب کے ارادہ سے سننا مراد ہے جو فسق و فجور کا باعث بنتا ہے' جبکہ بعض اور احادیث میں اس کا بلکہ دف کا مباح ہونا بھی ثابت ہے۔ تفسیر مظہری عربی ص 249۔

اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جانی چاہئے جو صوفیا کرام کے جائز سماع پر اعتراض کرتے ہیں یا پھر ان کے سماع سے دلیل پکڑا کر نفسانی حظ کی خاطر ڈھول (طنبورے' باجے بانسری قسم کے ساز و سرود پر مشتمل ہر قسم کا کلام سنتے ہیں' جسے تمام فقہاء امت نے حرام قرار دیا ہے۔ جیسے قاضی ثناء اللہ ربانی پانی پتی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

مسئلۃ: اتخاذ المعازف والمزامیر حرام باتفاق فقہاء الامصار تفسیر مظہری ص 247 جلد 7۔

البتہ جنگ کے اعلان کے لئے ڈھول کا استعمال' عید' شادی وغیرہ کے موقع پر دف کا استعمال جائز ہے۔ وہ بھی اس لئے کہ اس میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ نکاح اور عید کا اعلان بھی مقصود ہے ایسے مواقع پر شعر و اشعار کا پڑھنا سننا بھی احادیث مبارک سے ثابت ہے۔ غرض یہ کہ غنا بھی وہ حرام ہے جو فسق و فجور کی طرف کھینچے اور ذکر اللہ سے غافل بنا دے اس قسم کے نقصانات سے محفوظ رہنے کی صورت میں حرام نہیں تاہم چونکہ قرب الٰہی کے حصول کے ارادہ سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے غنا کا سننا

ثابت نہیں اس لئے مشائخ کرام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم نے اس کا ارتکاب نہیں کیا اور جن لوگوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے ان پر اعتراض بھی نہیں کیا۔ تفسیر مظہری عربی ص 251 ج۔7۔

احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے۔ مباح خوشی کے موقعہ پر سماع (بغیر ساز و سرود کے) جائز ہے۔ جس طرح عید' شادی کی تقریب' کسی غائب کی آمد' ولیمہ' عقیقہ بچہ کی ولادت وغیرہ۔

رقص و سماع

فَاَمَّا مَنْ سَمِعَ السَّمَاعَ وَ هُوَ صَالِحٌ دَائِمُ الصَّلٰوۃِ لَا تَارِکُ الْوِرْدِ وَ قِرَاءَۃِ الْقُرْآنِ فَهُوَ حَلَالٌ بِلَا خَوْفٍ بَيْنَ عُلَمَائِنَا وَ کَذٰلِکَ الرَّقْصُ وَ التَّوَاجُدُ

حاشیہ تفسیر مظہری ص ۲۴۹ جلد سابع

(لیکن جو صالح ہو نماز کا پابند ہو' اوراد و تلاوت قرآن کو نہ چھوڑتا ہو اگر وہ سماع (جس میں ڈھول باجے نہ ہوں) سنے تو اس کے لئے حلال ہے اس مسئلہ میں ہمارے علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہی حکم رقص اور وجد کرنے کا ہے)

حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ خلف الرشید حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے ایک مرید کہیں محفل سماع میں پہنچ گئے۔ ایک ہی شعر کان میں پڑا تھا کہ کلیجہ تھام کر بیٹھ گئے۔ دل پھٹ گیا اور واصل بحق ہو گئے۔

ص 307 علماء ہند کا شاندار ماضی جلد اول مولفہ سید محمد میاں صاحب

چنانچہ اخبار الاخیار فارسی مولفہ شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دھلوی قدس سرہ کے

حوالہ سے علامہ عبدالحکیم شرف قادری رقم طراز ہیں۔ جب آپ کو (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ) فرش کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور ہیبت اتنی ہوتی کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا تھا پھر اچانک فرماتے قال ختم ہوا اب ہر حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یہ سنتے ہی سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب رونما ہوتا کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا کسی پر وجد کی کیفیت ہوتی اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا۔ کچھ ایسے بھی ہوتے کہ ان پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ ان کی روح قفس عنصری سے ہی پرواز کر جاتی (انتقال فرما جاتے انا للہ وانا الیہ راجعون)

ابن جوزی اپنے دور کے نامور محقق اور نقاد حدیث تھے۔ بدعات کے رد میں اس قدر آگے چلے گئے کہ صوفیاء کرام کے غلبہ حال کے اقوال و احوال پر بھی شدید طعن کیا جسے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے تلبیس ابلیس قرار دیا' ابن جوزی نے اپنی کتابوں میں بغداد کا تو ذکر کیا لیکن شہنشاہ بغداد حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ بقول حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ حضرت شیخ پر انکار کیا اور اسی سبب سے پانچ سال جیل میں بھی رہے۔ یہی ابن جوزی جب حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کی مجلس میں حاضر ہوئے علمی خطاب کے بعد جب آپ نے فرمایا اب ہم قال کی بجائے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' سامعین کی کیفیت اضطراب اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ خود ابن جوزی کا یہ حال تھا کہ فرط اضطراب میں اپنا گریبان چاک کیا' قلائد الجواہد ص 38 مولفہ محمد بن یحییٰ

ایک روایت کے مطابق بعد میں بعض علماء و مشائخ ابن جوزی علیہ الرحمہ کو حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کی خدمت میں لے گئے۔ معافی طلب کی اور حضرت شیخ نے ان کو معاف کر دیا۔ ص 20 تا ص 23 مقدمہ الفتح الربانی 118

یہی نہیں بلکہ حضرت شیخ امام سیدی عبدالغنی نابلسی دمشقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اہل وجد صوفیاء کرام سے

عقیدت و محبت کی بنا پر جان بوجھ کر اپنے اختیار سے وجد کرتا ہے تو بھی صوفیاء صالحین سے مشابہت اور ان کی صورت و ہیئت سے محبت و رغبت کی بدولت اس میں کوئی حرج نہیں بالفاظہٖ عَلٰی اَنَّ التَّوَاجُدَ بِتَکَلُّفِ الْوَجْدِ فِیْ نَفْسِہٖ مِنْ غَیْرِ حَقِیْقَۃِ الْوَجْدِ لَا بَأْسَ بِہٖ مِنْ قُبَیْلِ التَّشْبِیْہِ بِالصَّالِحِیْنَ مُحَبَّۃً فِیْہِمْ وَ رَغْبَۃً فِی التَّزَیِّ بِزِیِّہِمْ وَ تَکَلُّفِ التَّخَلُّقِ بِاَخْلَاقِہِمْ کَمَا ذَکَرَ الْاِمَامُ الْقُشَیْرِیُّ الحدیقة الندية شرح الطريقة المحمدية ص ۲۰۸ جلد ثانی

نیز فرمایا اختیاری وجد کے قائل حضرات کے لئے اس کے ثبوت کے لئے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اِبْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکُوْا (روؤ پس اگر روتے نہیں تو بتکلف رونے کی سی صورت ہی بنا لو) کافی دلیل ہے۔

تواجد: (جان بوجھ کر وجد کرنے) کے متعلق حضرت امام غزالی قدس سرہ نے احیاء العلوم ص ۲۹۶ جلد دوم میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر اس سے مقصد ریا اور عمدہ اوصاف کا اظہار ہے جس سے فی الحقیقت یہ خالی ہے تو یہ تواجد قابل مذمت ہے اور اسی تواجد کی ایک قسم محمود و پسندیدہ بھی ہے یعنی جس سے مقصد ہی یہ ہو کہ ایسا کرنے سے مجھے عمدہ احوال حاصل ہوں' میں کسی حیلہ سے ان اوصاف سے موصوف ہو سکوں (کوئی اور مقصد ریا وغیرہ نہیں) اس لئے کہ عمدہ حالات حاصل کرنے میں کسب و محنت کا بڑا دخل ہوتا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے جن کو قرآن پڑھنے سے رونا نہیں آتا یہ فرمایا کہ رونے کا انداز اختیار کرو اور غمگین سے ہو جاؤ سو

ان احوال کے لئے بعض اوقات ابتداءً تکلف کرنا پڑتا ہے لیکن آخر میں حقیقت حاصل ہو جاتی ہے۔

مثلاً" ایک طالب علم ابتداء" تکلف سے قرآن حفظ کرتا ہے' غور و فکر اور حاضر ذہنی سے پڑھتا ہے لیکن بالآخر یہ تلاوت اس قدر آسان ہو جاتی ہے کہ بلاتکلف بلکہ غفلت میں بھی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح ایک کاتب ابتداء" بڑی محنت و تکلف سے کتابت سیکھتا ہے لیکن بعد میں کتابت بڑی آسان ہو جاتی ہے۔

نماز میں وجد

بعض فقراء اہل ذکر کو حالت نماز میں وجد ہو جاتا ہے اور بے اختیار ان سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں اگرچہ جان بوجھ کر یہ خود نہیں کرتے پھر بھی ایسی بعض صورتوں میں نماز فاسد (ٹوٹ جاتی) ہو جاتی ہے۔

احقر سیاہ کار نے چند بار اپنے پیرو مرشد متبع قرآن و سنت حضور شمس العارفین حضرت سوہنا سائیں نوّر اللہ مرقدہ کی موجودگی میں بعض مجذوب اہل ذکر سے حالت نماز میں اللہ' حق' ہو' با آواز بلند تسبیحات رکوع و سجود' تکبیرات انتقال' نیز مقامی زبان میں ایسے کلمات سنے جو کہ اختیاری طور پر کبھی نہیں کہتے تھے۔ تاہم حضور نوّر اللہ مرقدہ نے تقریباً" ہر مرتبہ نماز سے فراغت کے بعد ایسے فقراء کو بلا کر تنبیہہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا نماز میں حتّی المقدور وجد پر کنٹرول کرنے کی کوشش کریں۔ خشوع و خضوع سے نماز ادا کریں جان بوجھ کر کوئی بھی کلمہ زبان پر نہ لائیں۔ لیکن اگر بلا اختیار زبان پر اللہ یا حق کے کلمات آ جائیں تو نماز درست ہو جائے گی۔ لیکن اگر عام انسانی کلام سے مشابہ کلام صادر ہو جائے تو نماز دہرانی پڑے گی۔ (یاد رہے کہ بعض

مجذوبوں سے حق پیر مٹھا حق سوہنا سائیں وغیرہ کلمات صادر ہونے پر آپ نے
ان کو دوبارہ نماز پڑھنے کا امر فرمایا۔

اس سلسلہ میں مولانا مفتی ظفر احمد عثمانی صاحب کا فتاویٰ پیش خدمت
ہے۔ مولانا موصوف سے کسی نے دریافت کیا کہ ضلع بریسال میں بعض چشتیہ
طریقہ کے درویش گاہے بگاہے چیخیں مارتے ہیں اور یہ حال نماز میں زیادہ ہوتا
ہے کبھی ہا' ہو' کر کے چیخ مارتے ہیں ان کی عجیب آواز سن کر اجنبی آدمی
خوفزدہ ہو جاتے ہیں نماز میں بھی کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے کی طرف ہٹتے
ہیں کبھی کود کر اوپر کی جانب اٹھ جاتے ہیں جس سے دونوں پاؤں زمین سے
علیٰحدہ ہو جاتے ہیں کبھی قرأت یا التحیات کے چند الفاظ بلند آواز سے پڑھ لیتے
ہیں اور پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ یہ افعال ہم سے بلا اختیار سرزد ہوتے ہیں لہٰذا
دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت کی رو سے افعال مذکورہ درست ہیں یا
نہیں اور ان درویشوں سے بیعت ہونا' ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا
نہیں؟

الجواب:۔

مولانا موصوف نے ان کے جواب میں تحریر فرمایا! اگر بے اختیار بحالت
اضطرار ان سے یہ حرکت صادر ہوتی ہیں جس کو صوفیہ کی اصطلاح میں غلبہ
حال کہتے ہیں تو ا۔ چیخنے چلانے اور قہقہہ مارنے سے نماز فاسد نہ ہو گی۔ ۲۔
نماز میں آگے پیچھے جانے سے بھی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ بشرطیکہ قبلہ سے سینہ
نہ پھرے اور یہ کہ ایک مرتبہ میں ایک صف سے زیادہ مقدار آگے پیچھے نہ
چلے ۳۔ زیادہ کودنے سے نماز باطل ہو گی تالیاں بجانے سے بھی نماز فاسد نہ

ہو گی۔ ۴۔ قرأت یا التحیات میں کسی قدر بلند آواز سے پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہو گی خواہ جان بوجھ کر ہو (جبکہ یہ درویش تو مجذوب و بے خبر ہیں) امام کی قرأت سے متاثر ہو کر رونے سے بھی نماز میں فرق نہیں آئے گا۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے کہ نماز اس وقت ٹوٹے گی جب کسی سے حروف صادر ہوں اور وہ کنٹرول کر سکنے کے باوجود نہیں روک رہا۔ البتہ اگر روکنے پر قادر ہی نہ ہو تو نماز ہو جائے گی۔ جیسے کھانسنے والے مریض کی نماز ہو جاتی ہے۔

یہ جواب اس وقت ہے جب یہ حرکات بالاضطرار صادر ہوتے ہوں۔ اور ان کو ہوش باقی نہ رہا ہو۔ اگر ہوش بھی سلامت نہیں اور اس درجہ بے خبری ہو کہ اگر ریح خارج ہو جائے تب بھی ان کو خبر نہ ہو تو ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی اور وضو بھی اور جس کی ان حرکات سے نمازی ڈریں اس کو غلبہ حال کے وقت جماعت میں شامل ہونا نہ چاہئے۔

رہا ان سے مرید ہونا تو اگر یہ لوگ متبع شریعت ہوں اور کسی شیخ محقق سے مجاز یا خلیفہ ہوں تو اس سے بیعت ہونا بھی جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ امداد الاحکام ص ۴۶۱ ص ۴۶۲ جلد اول

مجذوبوں کے اختیار و شعور

رسالہ آداب سماع ص ۱۱ میں ہے دیگر اس وجد کا مفصل بیان یہ ہے کہ اختیار و شعور ایسے دو مفہوم ہیں' جو ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ اور غیر ہیں۔ لہذا اس کی چار صورتیں ہوں گی ۱۔ دونوں حالتوں کا عدم ۲۔ دونوں حالتوں کا وجود ۳۔ اختیار کا وجود اور شعور کا عدم ۴۔ اختیار کا عدم اور شعور کا وجود۔ اس میں یہ چوتھی قسم کی حالت سماع میں سب سے اچھی ہے اور پہلی

سے اولی۔ باقی رہیں دوسری اور تیسری وہ متروک ہیں۔ اولیت کا ثبوت یہ ہے کہ صاحب وجد کی حالت غصہ والے کی سی ہوتی ہے۔ جیسا وہ اپنے افعال اور ان کے اثروں کو سمجھتا ہے اسی طرح یہ بھی۔ کیونکہ مثلاً" کسی کو بیوی پر غصہ آتا ہے تو وہ اسے طلاق دیتا ہے یا اسکے منہ پر تھپڑ مارتا ہے۔ یا قتل کرتا ہے (العیاذ باللہ) حالانکہ اس صورت میں وہ جانتا ہے کہ طلاق سے باہم جدائی اور علیحدگی ہو جاتی ہے اور تھپڑ کی تکلیف قتل کرنے سے کم ہوتی ہے۔ لہٰذا تھپڑ لگانے چاہئیں تاکہ ہمیشہ کی علیحدگی اور ناحق خون کی سزا سے بچ جانا چاہئے مگر نہیں کرتا کیونکہ وہ ان فعلوں کے سرزد ہونے سے بالکل بے قابو ہو جاتا ہے۔ حالانکہ شعور بھی اس کو ہوتا ہے پس یہی حال وجد کا سمجھو کہ وہ اپنے حرکات و سکنات میں بے بس ہوتا ہے باوجودیکہ اس کو قوال کے کلام سمجھنے اور اپنے کپڑے سمیٹنے اور دینے کا ہوش ہوتا ہے اور پہلی صورت (اختیار و شعور دونوں نہ ہوں) کی مثال شرابی کی سی ہے کہ وہ بے اختیار بھی ہوتا ہے اور بے خبر بھی۔ (رسالہ رہنمائے سالکین ص ۱۲۸ اور ۱۲۹)

مفسر قرآن فقیہ اعظم حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورہ فرقان کی آیت یبدل اللہ سیئاتھم حسنات کے تحت لکھا ہے! اللہ تعالیٰ کی محبت کے سمندر میں ڈوبے ہوؤں سے بعض اوقات ایسے امور صادر ہو جاتے ہیں جو شریعت کے میزان پر پورے نہیں اترتے۔ مثلاً شطحیات (غیر شرعی کلمات چنانچہ سیدنا حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ سے اختیاری وجد کے دوران سبحانی ما اعظم شانی کہنا مروی ہے) سماع وجد اور خود ساختہ رہبانیت (ترک تعلقات اور ترک مباح لذت) چونکہ ان کا صدور ان لوگوں سے خالص محبت کی بناء پر ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے صادر تمام امور کو نیکیوں سے تبدیل کر دے گا' ایسے ہی مقامات کے لئے فرمایا حضرت عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ نے

ہر چہ گیرد علتے علت شود۔ کفر گیرد کاملے ملت شود

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر، گر چہ ماند در نوشتن شیر و شیر

تفسیر مظہری عربی ص 51 جلد سابع

حلقہ ذکر و مراقبہ مردوں کے ساتھ ہی خاص نہیں، عورتیں بھی انفرادی خواہ اجتماعی مراقبہ کر سکتی ہیں۔ اس لئے کہ شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے اور ذکر اللہ تعالیٰ کے دل میں جاگزیں ہونے کے لئے جس طرح مردوں کے لئے طریقت سے استفادہ ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے بشرطیکہ مرشد کامل متبع قرآن و سنت میسر ہو۔ (جس کی علامات ذکر کی گئیں)

اعلیٰ حضرت مولینا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے جب دریافت کیا گیا کہ عورت حالت حیض و نفاس میں مراقبہ جیسا کہ طریقہ نقشبندیہ میں دستور ہے کر سکتی ہے یا نہیں اور اسی حالت میں حلقہ میں بیٹھ کر مرشد سے توجہ لے سکتی ہے۔ یا نہیں تو اس کے جواب میں حدیث شریف اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَنْجُسُ (کہ مؤمن پلید نہیں ہوتا) اور فقہ حنفی کی مشہور فتاویٰ کی کتاب درمختار کی عبارت لَا بَأْسَ لِحَائِضٍ وَ جُنُبٍ بِقِرَاءَۃِ اَدْعِیَۃٍ وَ مَسِّھَا وَ حَمْلِھَا (کہ حائضہ اور احتلام والے کے لئے دعاؤں کے پڑھنے، چھونے یا اٹھانے میں کوئی حرج نہیں) سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں (اس قسم کا مراقبہ اور توجہ حاصل کرنا جائز ہے۔)

فتاویٰ رضویہ ص ۳۴ جلد دوم

ایک التجا، ایک سوال بارگاہ رب ذوالجلال

مجھے آرزوئے کمال ہے تیرے ہاتھ اوج وزوال ہے
میرا اے خدا یہ سوال ہے کہ میری کہیں نہ جھکا جبیں
مجھے ہو یا کوئی بھی غم نہ ہو، میرا یہ غرور تو کم نہ ہو
کہ سر نیاز یہ خم نہ ہو، تیرے سامنے کے سوا کہیں
میرے دل کی جو بھی امنگ ہو وہ تڑپ سے ہم آہنگ ہو
میرے ہمسفر، میرے سنگ ہو وہی درد دل سوز آفریں
مجھے ڈر ہو روز حساب سے، میرا دم ہو تیری کتاب سے
ہو نوید تیری جناب سے، مجھے تجھ سے کوئی گلہ نہیں
ہاں نگاہ آئینہ ساز ہو، میرا دل تیرا ہمراز ہو
وہ جو مستی بے نیاز ہو، مجھے اس وجد کا بنا امیں
سہیل اظہر شاہ

سوانحی خاکہ
آئینہ ایام
قطب العارفین امام الاولیاء
مرشد العلماء قدوۃ الاصفیاء
فقراء کے دلبر صلحاء کے رہبر
الحاج خواجہ اللہ بخش صاحب علیہ الرحمہ
المعروف
سوہنا سائیں
بانی
درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو نوشہرو فیروز سندھ

○ اسم گرامی: حضرت خواجہ حاجی اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ

○ ولدیت: محمد مٹھل رحمۃ اللہ علیہ

○ نسب: عباسی قریشی

○ لقب: سوہنا سائیں

○ تاریخ ولادت: 10 مارچ 1910ء

○ مقام ولادت: شہر خانواہن تحصیل کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز

○ والد کی وفات کے وقت آپ کی عمر: پانچ ماہ

○ ابتدائی تعلیم: قرآن شریف

○ اسکول کی تعلیم: زراعت میں فائنل

○ نام استاد گرامی: علی بخش پیرزادہ

○ دینی تعلیم: فارسی و عربی (درس نظامی کے مطابق)

○ نام استاد گرامی: حضرت علامہ مولانا رضا محمد مگسی رحمۃ اللہ علیہ

○ مقام دینی تعلیم: استاد محترم کی مختلف مقامات پر تبدیلی کے سبب بالترتیب گیر یلو لاڑکانہ دیہات نزد خانواہن اور بھریا شہر

○ راہِ سلوک: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

○ بیعت اول: پیر طریقت، حضرت فضل علی قریشی علیہ الرحمہ، دربار عالیہ مسکین پور شریف ضلع مظفر گڑھ

○ سال بیعت اول: 1354ھ

○ مقام بیعت: شہر ہالانی تحصیل کنڈیارو

○ تاریخ وصال مرشد اول: یکم رمضان المبارک 1354ھ

بمطابق 28 نومبر 1935ء

○ بیعت ثانی: پیر طریقت حضرت خواجہ عبدالغفار المعروف،

پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجل حضرت پیر قریشی علیہ الرحمہ

○ سال بیعت ثانی: 1354ھ

○ مقام بیعت ثانی: شہر خانواہن

○ سال خرقہ خلافت: 1358ھ

○ عرصہ صحبت: تقریباً 30 سال

حضرت پیر مٹھا رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنا جانشین مقرر فرماتے ہوئے یوں مطلق اجازت نامہ تحریر فرمایا، مجھے امید ہے کہ اگر میں نہ رہا یہ (حضرت سوہنا سائیں) رہیں گے لہٰذا اس ادارے کے قائم رہنے کے لئے تمام حضرات خلفاء کرام میں سے مولانا موصوف (سوہنا سائیں) کو زیادہ لائق صاحب نسبت و اطاعت اور صاحب کمالات و برکات جان کر اپنے قائم مقام مقرر کرتا ہوں۔

○ تاریخ وصال مرشد دوم: شب اتوار 8 شعبان 1383ھ کو

بمطابق 12 دسمبر 1964ء

○ نام مرکز اولیٰ بعد وصال مرشد دوم: درگاہ فقیر پور شریف
نزد راد ہن تحصیل میہڑ ضلع دادو۔

○ سال قیام مرکز اول: 10 ذوالحج 1384ھ بمطابق اپریل 1965ء

○ سعادت حج: 11 فروری 1969ء

○ سال قیام و نام مرکز دوم، 1972ء درگاہ طاہر آباد شریف جمبڑ روڈ
تحصیل ٹنڈو الہ یار ضلع حیدر آباد۔

○ سال قیام و نام مرکز سوم: 1973ء درگاہ اللہ آباد شریف
تحصیل کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز۔

○ تعداد تبلیغی مرکز: 30

○ تعداد فارغ التحصیل علماء: 40

○ تعداد مدارس عربیہ: 14

وہ ممالک جن میں آپ کے خلفاء کرام یا مبلغین کرام تشریف لے گئے، حرمین شریفین، ایران، عراق، انڈیا، عرب امارات، ترکی، عمان، اردن، بنگلہ دیش، لندن، ساؤتھ امریکہ، افریقہ، ویسٹ انڈیز۔

○ آپ کا وصال مبارک: شب سوموار 2 بج کر 40 منٹ،
6 ربیع الاول 1404ھ بمطابق 12 دسمبر 1983ء

نقوشِ دوام
اوراقِ حیات
حالات و واقعات
مشاہدات و تاثرات
مواعظ و تعلیمات
فیوض و برکات
قدوۃ العلما
شیخ المشائخ
مرشد الفقراء
جانشینِ اولیا
خواجہ خواجگان
خواجہ محمد طاہر
المعروف بہ
محبوبِ سجن سائیں
صاحب مدظلہ
سجادہ نشین
درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو سندھ

تمہید

یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ماسلف مشائخ طریقت اور علماء ربانیین نے بڑی محنت و جانکاہی سے اسلامی تعلیمات کا عظیم سرمایہ بلا کم و کاست من و عن ہم تک پہنچایا اور اپنے اخلاق، اعمال و کردار سے اس کی ایسی عملی تفسیر و تشریح پیش کی کہ عالمِ اسلام ہی نہیں، پوری انسانیت کے رہنما و رہبر بن گئے۔ اور مشرق و مغرب نے یکساں طور پر اُن سے استفادہ کیا، یہاں تک کہ غیر مسلم ناقدین نے بھی ان کے نقوشِ پا سے امن و سلامتی اور تہذیب و تمدّن کی روشن راہوں کو تلاش کیا، لیکن افسوس صد افسوس !! ماضی قریب کے مسلمانوں کی واضح اکثریت نے اپنے سچے خیر خواہوں کی روشن راہوں کو چھوڑ کر غیروں کی غیر اسلامی اقدار کو اپنانا شروع کیا۔ مغرب کی مادیت سے متاثر ہو کر اس حد تک ان کی پیروی کی کہ حقیقت و روحانیت سے بے بہرہ ہو گئے اور راہ سے بے راہروی کا شکار ہو کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے لگے، حد یہ کہ "نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم" کا مصداق بنے، نہ تو ان کو یورپ کی سی دُنیوی ترقی میسّر آئی، نہ آخرت کی نجات و فلاح کے لیے کچھ کیا۔

بدقسمتی سے ہمارے نوجوانوں کی خداداد صلاحیتیں اور افرادی قوّت اور امیروں کی دولت و ثروت سب غیر ضروری کاموں بلکہ مسلم معاشرہ کے لیے مُضر مصارف میں صرف ہونے لگے۔ نیز باعثِ صد تشویش یہ امر بھی اہلِ علم اور اہلِ عقل سے پوشیدہ نہیں کہ ہماری ان ناقابلِ معافی کوتاہیوں اور کمزوریوں سے اسلام دشمن قوتوں نے بھرپور فائدہ اُٹھایا اور اپنے ناپاک خفیہ ہاتھوں کے ذریعے ہمیں کمزور سے کمزور تر کیا اور اپنے غلیظ منصوبوں کی تکمیل کے لیے ایک

ایک کر کے ہماری قیادت و سیادت اپنے ہاتھ میں لے لی اور جب چاہا اور جسے چاہا، غربت و افلاس یا خانہ جنگی میں مبتلا کیا، غرضیکہ ہر طرح سے اپنے مفادات کی تکمیل کی اور ہر لمحہ مسلمانوں کی تذلیل و تضحیک ان کے پیشِ نظر ہے.....

اور ہم ہیں کہ آج حکومت بھی ان سے مانگتے ہیں، امن و تحفظ بھی ان سے طلب کرتے ہیں اور دولت (قرض پر قرض) بھی ان سے مانگتے ہیں، منہ مانگا سود بھی ادا کرتے ہیں اور ان کے مفادات پر مشتمل تمام شرائط مانتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کی جی حضوری اور غلامی پر فخر بھی کرتے ہیں آج حال یہ ہے کہ

ع وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس قسم کے ناگفتہ بہ حالات سے ہمیشہ دردمند دل اندر ہی اندر کڑھتے رہے، لیکن اہلِ دل، اہلِ ذکر اولیاء اللہ اپنے تئیں اصلاحِ احوال کے لئے کوشاں بھی رہے اور ہر دور میں اس کے مثبت ثمرات و اثرات کی صورت میں اپنے مقصد میں کامیاب و کامران بھی رہے۔ آج جو کچھ اسلامی رنگ و رونق نظر آرہی ہے، یہ سب ان کی نظرِ کیمیا اثر اور مساعیٔ جمیلہ کا صدقہ ہے۔

موجودہ دور میں پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت علامہ الحاج مولانا خواجہ محمد طاہر بخشی نقشبندی دامت برکاتہ کو ایسے اہلِ نظر اہل اللہ کا سیر خیل و سالار کہا جائے تو یہ کسی طرح مبالغہ نہ ہوگا۔

آپ جدید و قدیم کا حسین امتزاج عالمِ باعمل، متقی و پرہیزگار پیر ہیں، طریقت میں اپنے والدِ بزرگوار مشہور پیرِ طریقت حضرت خواجہ اللہ بخش غفاری نقشبندی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفۂ ارشد اور روحانی و جسمانی ہر دو طرح سے آپ کے لائق

فائق وارث ہیں، آپ اپنے مرشدِ کامل کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق قلبی ذکر کی تلقین کرتے ہیں، جس سے مُردہ دل زندہ ہو جاتا ہے اور ذکر کی برکت سے دل گناہوں سے پاک، برائی سے نفرت اور شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

ہر قسم کے سوال و چندہ، نذر و نیاز، رسمی پیری مریدی کے برعکس اوّل و آخر آپ کا مقصد شریعت و سنّت پر عمل پیرا ہونا اور دوسروں کو اس کی تبلیغ و تلقین کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے متوسلین کی واضح اکثریت، نماز باجماعت، تہجد، مراقبہ، عمامہ، ڈاڑھی قبضہ برابر کی پابند ہے۔ نیز آپ سے بیعت خواتین جن کو آپ پسِ پردہ ہی قلبی ذکر اور شریعت کی پابندی کی تلقین کرتے ہیں۔ پانچوں وقت کی نماز، اور شرعی پردہ کی پابند اور خلافِ شرع رسم و رواج سے متنفر اور بیزار ہیں۔

مختصر سوانح حیات

آپ کی ولادتِ باسعادت ۱۲ مارچ ۱۹۶۳ء کو درگاہ رحمت پور شریف لاڑکانہ میں ہوئی مسنون طریقہ کے مطابق کانوں میں اذان و تکبیر حضرت مرشد المشائخ خواجہ محمد عبدالغفار عرف پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھی اور آپ نے ہی اسم مبارک محمد طاہر تجویز کیا۔

سات سال کی عمر میں حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمہ نے آپ کو تجوید و قرأتِ قرآن کی تعلیم کے لیے مدرسہ رکن الاسلام حیدرآباد بھیجا، اس طرح

آپ نے صغر سنی میں ہی قرأۃ قرآن کی عمدہ تعلیم حاصل کی۔
پرائمری تک نیز فارسی کی تعلیم درگاہ فقیر پور شریف میں حاصل کی اور درس نظامی کی زیادہ تر تعلیم مدرسہ جامعہ عربیہ غفاریہ اللہ آباد شریف میں حاصل کی، جب کہ درس نظامی کی بعض بالائی درجے کی کتب کی تعلیم کے لیے کچھ عرصہ المرکز القادریہ کراچی میں بھی زیر تعلیم رہے
فطری طور پر بچپن ہی سے آپ خوش اخلاق، سنجیدہ مزاج، ہمدرد نیک و صالح تھے، والد بزرگوار کی اعلیٰ تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور عمر کی رفتار کے ساتھ آپ کی فطری صلاحیتیں نکھرتی رہیں، والد مرحوم نے دورانِ تعلیم ہی تبلیغِ دین کے لیے مولانا عبد الغفور صاحب کی قیادت میں حیدر آباد اور کراچی۔ کوئٹہ کے دیہی اور شہری علاقوں میں بھیجا۔
۲۵ دسمبر ۱۹۸۱ء میں منعقدہ اصلاح المسلمین کے مرکزی اجلاس میں آپ متفقہ طور پر جماعت اصلاح المسلمین کا صدر منتخب کیا گیا۔
درس نظامی کی تکمیل پر درگاہ اللہ آباد شریف کے عظیم الشان سالانہ اجتماع منعقدہ ۲۵ مارچ ۱۹۸۲ء میں آپکی عالمانہ دستار بندی ہوئی۔ پیر و مرشد سمیت بڑی تعداد میں علماء صلحا و سادات حضرات نے رسم دستار بندی میں حصہ لیا۔
اسی سال ۱۹ اپریل کو آپ کی شادی مسنون طریقہ کے مطابق سادگی سے انجام پائی۔ راقم الحروف فقیر حبیب الرحمٰن کو خطبہ نکاح پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی سال مرشد کامل قدس سرہٗ نے آپ کو اجازت و خلافت کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔
۶ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۸۳ء کی رات حضور پیر سوہنا سائیں

علیہ الرحمہ کے انتقال پُر ملال کے بعد پیر طریقت کی حیثیت سے مسند نشین ہوئے اور خلفاء کرام و علما حضرات سمیت پوری جماعت نے آپ کے دستِ حق پرست پر تجدید بیعت کی۔ ۱۹۸۵ء میں آپ نے پہلی بار الامارات العربیۃ المتحدہ کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ بیرونِ پاکستان یہ آپکا پہلا سفر تھا۔ ۱۹۹۲ء میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے حجازِ مقدس کا بابرکت سفر کیا۔ بعدازاں بھی عمرہ کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوتے۔ اس بار راقم کو بھی آپ کی معیت کا شرف حاصل رہا اور عمرہ، زیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمدُ للهِ علیٰ ذالک۔

دینی خدمات فیض کے اثرات

حضرت خواجہ سجن سائیں مدظلہ کی خدمات کی فہرست بہت طویل ہے، ان کا احاطہ دشوار ہے لیکن اجمالی خاکہ پیشِ خدمت ہے۔

(۱) جمعیۃ علماء روحانیہ غفاریہ (۲) روحانی طلبہ جماعت اور اصلاح المسلمین

مزید برآں آپ کی طرف سے کئی ایک مدارس عربی، فارسی اور دینیات کے قائم ہیں، جہاں فی سبیل اللہ بغیر کسی چندہ یا فیس کے تعلیم دی جاتی ہے، جن میں

- جامعہ عربیہ غفاریہ درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز۔
- مدرسہ جامعہ غفاریہ درگاہ فقیر پور شریف راڈھن ضلع دادو۔
- مدرسہ جامعہ بخشیہ نوڈیرو ضلع لاڑکانہ ● مدرسہ امانیہ کھپرو ضلع سانگھڑ۔
- مدرسہ جامعہ عربیہ کھائی ضلع سانگھڑ ● مدرسہ دارالفیوض مہاجر کیمپ کراچی۔
- مدرسہ نورالاسلام ناظم آباد کراچی ● مدرسہ جامعہ غفاریہ بخشیہ بچیکی ضلع شیخوپورہ
- مدرسہ کنزالعلوم بخشیہ دادو ● مدرسہ طاہریہ طاہر آباد ضلع حیدر آباد سندھ اہم اور قابلِ ذکر ہیں۔

- مرکز روح الاسلام برکاتیہ طاہریہ مائی مستانی مکوآنہ فیصل آباد جہاں حفظ و ناظرہ کی کلاسیں جاری ہیں۔
- جامعہ عربیہ طاہریہ ساگری نزد روات راولپنڈی۔
- مرکز روح الاسلام طاہریہ چک نمبر ۲۰۸ ر ب ڈھڈیوالہ جڑانوالہ روڈ فیصل آباد جہاں درس نظامی کی ابتدائی کلاسیں شروع ہیں۔
- مرکز الطاہر: جامع مسجد سبحان اللہ غلام محمد آباد فیصل آباد
- پنجاب میں حضور قبلہ عالم کا بڑا مرکز لاہور میں مرکز روح الاسلام بلال ٹاؤن بیدیاں روڈ لاہور کینٹ میں واقع ہے آر اے بازار سے سواری ملتی ہے کینٹ ویو سٹاپ پر سامنے مرکز روح الاسلام کا بڑا گیٹ ہے۔ مرکز میں دینی علوم کے علاوہ جدید علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

حضرت اقدس مدظلہ کا اکثر قیام مرکز اللہ آباد متصل کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز اور درگاہ فقیر پور شریف راڈھن ضلع دادو میں ہوتا ہے جہاں بالترتیب پچیس اور پچاس گھر ہیں، جن میں سارے کے سارے مرد و زن چھوٹے بڑے فقط نمازی ہی نہیں بلکہ تہجد بھی قضا نہیں کرتے، کوئی حقہ بیڑی پینے والا نہیں ہے، کوئی داڑھی نہیں منڈھواتا۔ غرضیکہ ان کا ہر قول و فعل نشست و برخاست تمام امور سنت کے مطابق ہوتے ہیں۔

ہر ماہ کی ۷، تاریخ کو اللہ آباد شریف اور گیارہ تاریخ کو فقیر پور شریف میں اسلامی جلسہ ہوتا ہے جس میں ہزاروں افراد شریک ہوتے ہیں۔ فقط قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہوتی ہیں۔ مذہبی اختلافات اور سیاست سے کوئی تعلق نہیں، سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ درسگاہیں، مدارس اور جلسہ وغیرہ محض توکلاً علی اللہ خود حضرت چلاتے ہیں۔ کسی سے چندہ یا سوال بالکل نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں ٹنڈو اللہ یار ۹ کلو میٹر کے فاصلہ پر چمبڑ روڈ پر طاہر آباد کے نام سے آپ کا تیسرا مرکز بھی ہے جہاں آپ گرمی کے موسم میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔

سکون آور دواؤں سے نجات کا طریقہ

خبردار!

ارشادِ ربّانی ہے

"اللہ کے ذکر سے دِلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے" (سورۃ الرعد)

دورِ حاضر افراتفری کا دَور ہے۔ انسان سب کچھ میسّر ہونے کے باوجود سکونِ قلب سے یکسر محروم ہے۔ مسلمان جو کہ امنِ عالم کا داعی ہے۔ خود پریشان حالی کا شکار ہو چکا ہے۔ ایسے میں اگر سکون و اطمینان کا کوئی ذریعہ ہے، تو اللہ کا ذکرِ قلبی ہی ہے۔

اور

ذکرِ قلبی کا حصول اگر ممکن ہے تو اہلِ ذکر کی صحبت سے ہی ممکن ہے

یاد رکھیئے

اھلِ ذکر کے بھیس میں چھپے رنگے سیّاروں

سے بچ کر رھیئے!

نشانی یاد رکھیئے

یاد رکھیئے کہ اللہ کا ولی غلامیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں پیکرِ مجسّم ہوتا ہے۔ اُن کا ظاہر باشرع اور باطن با خدا ہوتا ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

فرقت کی نہیں ہے یا احمد اب تاب ترے دیوانوں میں
دیدار کا جلدی جام پلا ہے شور ترے مے خواروں میں

صد شکر خدا حق کا جس نے ایسا پیر دیا
ہر مرض کی دوا پیر درد کا اکسیر دیا ۔